

قاضی محمد اعلیٰ تھانوی

(مؤلف کشاف اصطلاحات الفنون احوال و آثار)

نورالحسن راشد کاندھلوی

دلی سے تقریباً ایک سو بیس کلو میٹر شمال مشرق میں تھانہ بھون ایک نہایت پرانی بستی ہے، کہا جاتا ہے کہ اس کی ابتدائی تاریخ قبل از اسلام تک جاتی ہے، مگر اس روایت کی تصدیق کرے لٹری کوئی اثری شہادت اور قابل اعتماد وثیقہ دریافت نہیں، مگر مختلف قدیم نوشتوں اور بعض خاندانوں میں منقول روایات سے یہ تاثر ضرور ملتا ہے کہ یہ اس نواح کی قدیم ترین آبادیوں میں شمار کی جاتی تھی، اور اس نواح میں اول اول مسلمان یہیں وارد و آباد ہوئے۔ ایک فارسی تحریر سے جس کے کاتب اور سنہ کتابت سے متعلق تحقیق نہیں کی جا سکی یہ اطلاع بھی ملتی ہے کہ سلطان محمود غزنوی کے بعض رفقاء لشکر نے یہیں رخت سفر کھول دیا تھا، بعد میں ان کے اخلاف اور اہل خاندان بھی یہیں فروکش رہے۔ یہ اطلاعات صحیح ہوں یا غلط مگر واقعہ یہ ہے کہ اس ابتدائی عہد سے اوائل عہد مغلیہ تک اس قصبہ کی تاریخ، یہاں کی مذہبی، علمی، سیاسی شخصیات اور یہاں کے قدیم خاندانوں کے متعلق معتبر اطلاعات مفقود ہیں۔

اس قصبہ کی معلوم تاریخ عہد مغلیہ سے شروع ہوتی ہے، اس زمانہ میں بعض اہم افراد اور خانوادے ترک وطن کر کے تھانہ بھون آئے

اور یہیں مستقل سکونت اختیار کی ، ایسے خاندانوں میں فاروقیوں کا وہ ممتاز خاندان بھی شامل ہے جس کا قدیم وطن تھانیسر ہے اور جس کے وابستگان میں حضرت شیخ جلال تھانیسری جیسے اساطین علم و کمال بھی شامل ہیں (۱)۔ اس خاندان کا سلسلہ نسب فرخ شاہ کابلی (۲) کے واسطے سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے (۳) ، اگرچہ اس سلسلہ نسب کی تمام تفصیلات دستیاب نہیں، اور اس کی زیریں شاخوں کی تفصیلات میں بھی کچھ اختلاف (۴) ہے مگر اس میں شک نہیں کہ اس کا انتساب حضرت فاروق اعظم سے درست ہے۔

ولادت :

دریافت مآخذ قاضی محمد اعلیٰ کے سنہ ولادت پر روشنی ڈالتے، مگر بعض آثار و قرائن کی مدد سے تقریباً ۱۱۲۰ھ (۱۷۰۸ء) قاضی محمد اعلیٰ کا سنہ ولادت متعین کیا جا سکتا ہے۔
صحیح نام :

قاضی محمد اعلیٰ اور ان کے والد کے نام کی تعیین وترتیب میں اکثر مؤرخین اور تذکرہ نگاروں کو سخت مغالطہ ہوا ہے، یولس معلوف نے محمد علاء، یا محمد اعلاء لکھا ہے (۵)، اسمعیل پاشا اور یوسف سرکیس محمد علی بن علی لکھتے (۶) ہیں ، اور یہی بستانی کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے (۶-ب) ، کشاف اصطلاحات الفنون کے پہلے ایڈیشن اور مطبوعہ قاہرہ کے سرورق پر، نیز ڈاکٹر زبید احمد کی تحریرات میں محمد علی فاروقی درج ہے ، (۷) جرجی زیدان محمد بن علاء بن علی بن محمد صابر کے قائل ہیں (۸) ، ایڈورڈ فنڈیک (Edward Vandyek) نے ایک موقع پر محمد علی بن علاء لکھا ہے (۹)۔ دوسری جگہ محمد بن علی تحریر کیا ہے (۱۰) اسمعیل پاشا کی ایک

اور روایت ، نیز خیر الدین زرکلی ، عمر رضا کتھالہ، اور صلاح الدین المسنجد کی اطلاع محمد بن علی بن حامد کی ہے (۸۱) ، محمد شفیق غربال نے محمد بن محمد بن محمد صابر نقل کیا ہے (۸۲) ، مگر یہ اقوال و روایات درست نہیں ، صحیح یہ ہے کہ مولف کشف اصطلاحات الفنون کا نام محمد اعلیٰ (ا - ع - ل - ی) بن علی بن محمد حامد بن مولانا محمد صابر ہے - کشف اصطلاحات الفنون نسخہ مولف ، قاضی محمد اعلیٰ کی اور تصنیفات، قاضی صاحب کی نجی تحریرات ، قاضی صاحب کے مکتوبہ فتاویٰ تھانہ بھون کے دفتر قضا سے جاری قاضی محمد اعلیٰ کی مصدقہ تحریرات و دستاویزات ، اور قاضی صاحب کی مہروں میں یہی نام درج ہے -

تعلیم و تدریس :

قاضی صاحب نے اصول ، قواعد ، دینیات اور عربی کی تمام درسیات اپنے والد بزرگ سے اخذ کیں، اس کے علاوہ تمام مباحث و موضوعات خصوصاً علوم عقلیہ ، فلسفہ کلام ، طبیعیات، ریاضی ہیئت، ہندسہ اور اسطرلاب وغیرہ کا بلا کسی استاد و معاون کی مدد کے ، خداداد ذکاوت و ذہانت اور غیر معمولی علوئے استعداد کی بدولت ، خود مطالعہ کیا ، اور تمام علوم میں مہارت و کمال سے بہرہ ور ہوئے، یہ روداد قاضی صاحب نے خود قلم بند فرمائی ہے، لکھتے ہیں :-

..فلما فرغت من تحصیل العلوم العربیة والشرعیة من حضرت جناب استاذی و والدی، شمرت عن ساق الجدالی اقتناء ذخائر العلوم الحکمیة الفلسفیة من الحکمة الطبیعیة والالہیة والریاضیة کعلم الحساب والهندسة والهیئة والاسطرلاب ونحوها ، فلم یتیر تحصیلها من الاساتذة، فصحافت شطر امن

الزمان الى مطالعة مختصحاتها الموجودة عندى ، فكشفها الله

تعالى على . . . الخ « (۱۳)

عہدہ قضا پر تقرر :

قاضی نصر اللہ کے عہد سے تھانہ بھون کی قضا ان کے اخلاف میں تقریباً متواتر رہی ، صرف ایک قاضی ایسے مقرر ہوئے (۱۳) جو قاضی نصر اللہ کی اولاد میں نہیں تھے ، یہ قاضی محمد حامد خلف شیخ علی تھے جو تھانیسر کے فاروقی خاندان کے ایک فرد تھے ان کا تھانہ بھون کی قضا پر تقرر، مولانا محمد صابر کی حیات میں نواب شکار خاں کے ایما پر ہوا تھا ، قاضی حامد کی وفات کے بعد عہدہ قضا قاضی نصر اللہ کے خاندان میں دوبارہ واپس آگیا، قاضی حامد تھانیسری کی وفات کے بعد قاضی غلام محی الدین ، ۱۱۳۳ھ میں قاضی تھانہ بھون مقرر ہوئے ، اور اواخر ۱۱۶۵ھ یا اوائل ۱۱۶۶ھ (۱۵۲۱ء) تک اس عہدہ پر فائز رہے، قاضی غلام محی الدین کی وفات کے بعد ان کے بھتیجے قاضی محمد اعلیٰ قاضی مقرر کئے گئے (۱۵)، جو قاضی غلام محی الدین کے عہد میں نائب قاضی تھے۔

قاضی محمد اعلیٰ کے نائب قاضی تھانہ بھون کی حیثیت سے دستیاب قدیم ترین شہادت ۱۱۵۶ھ کی ہے ، اگرچہ رجسٹر قضا تھانہ بھون میں قاضی محمد اعلیٰ کی مصدقہ ایک دستاویز کی تاریخ کتابت رجب ۱۱۳۷ھ (۱۷۲۵ء) درج ہے (۱۶)، مگر اس رجسٹر میں اس حوالہ کے علاوہ ۱۱۵۶ھ (۱۷۴۳ء) تک قاضی محمد اعلیٰ کی مصدقہ کسی اور دستاویز کا اندراج نہ ہونے، نیز اور ذرائع سے بھی اس وقت تک قاضی محمد اعلیٰ کے نائب قاضی مقرر ہونے کی توثیق و تائید نہ ہونے کی وجہ سے یہ کہنا درست ہے کہ محولہ بالا رجسٹر میں درج سنہ تحریر ۱۱۳۷ھ سہو کتابت ہے۔

قاضی محمد اعلیٰ غالباً اوائل ۱۱۶۶ھ (۱۷۵۲ء) میں قاضی مقرر ہوئے، قاضی صاحب کی مہر قضاات سے یہی اندازہ ہوتا ہے، راقم سطور کو قاضی محمد اعلیٰ کی مہر تصدیق سے مزین جو کاغذات میسر آئے ہیں ان میں قدیم ترین دستاویز جمادی الاول ۱۱۶۶ھ - (مارچ ۱۷۵۳ء) کی محررہ ہے۔ قاضی صاحب اپنے آخری زمانہ حیات تک اس منصب پر فائز رہے اور قضاات کے ساتھ ساتھ فقہ و فتاویٰ کی خدمت بھی سر انجام دیتے رہے۔ قاضی محمد اعلیٰ نے اس عہدہ اور منصب کا سلف صالحین کی طرح پورا پورا حق ادا کیا، اور مذہبی فرائض و عبادات کی طرح امور قضاات کی ایسی پاسداری و نگہبانی فرمائی۔ باید و شادا راقم سطور نے خاصی تلاش و جستجو کی مگر اس کو قاضی محمد اعلیٰ کے عہدہ قضاات (۱۱۶۶ھ تا ۱۱۹۱ھ) کی مکتوبہ و مصدقہ ایسی کوئی دستاویز دریافت نہیں ہوئی جس پر قاضی صاحب کی مہر تصدیق ثبت نہ ہو، یعنی قاضی محمد اعلیٰ نے اس خدمت کو اس قدر پابندی اور غیر معمولی استقامت کے ساتھ سر انجام دیا کہ پچیس سال کے طویل عرصہ میں ایک مرتبہ بھی، قاضی محمد اعلیٰ کے نائب خدمت کو متعلقہ کاغذات و دستاویزات پر کلمات توثیق یا اپنی مہر ثبت کرنے کی ضرورت نہیں ہوئی۔

ایک غلط فہمی کی تصحیح :

قاضی محمد اعلیٰ کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا عبدالحئی حسنی نے لکھا ہے :

”ان الشيخ اشرف علی التھانوی ذکر لی ان محمد اعلیٰ کان قاضیاً فی قریۃ تھانہ فی عہد عالمگیر، وکان قبرہ بہا“ (۱۷)۔

مولانا اشرف علی تھانوی نے مجھ سے فرمایا کہ محمد اعلیٰ قصبہ تھانہ بھون میں عالمگیر کے عہد میں قاضی تھے، اور ان کی قبر تھانہ بھون میں ہے۔

اس عبارت میں عالمگیر کے حوالہ کی وجہ سے، یہ غلط فہمی عام ہے کہ یہاں عالمگیر سے نامور مغل فرمانروا اورنگ زیب عالمگیر (عہد ۱۰۶۸ھ/۱۶۵۸ء تا ۱۱۱۸ھ/۱۷۰۷ء) مراد ہے۔ مگر یہ روایت قرین صحت نہیں، کیونکہ اورنگ زیب یعنی عالمگیر اول کے عہد میں تو قاضی محمد اعلیٰ کی ولادت بھی نہیں ہوئی ہوگی۔ اس موقع پر مولف نزہۃ الخواطر کو سہو ہوا، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے یقیناً عالمگیر ثانی بن معزالدین کا ذکر کیا ہوگا جو ۱۱۶۷ھ (۱۷۵۳ء) سے ۱۱۷۲ھ (۱۷۵۹ء) تک سریر آرائی حکومت رہا ہے۔ اس کے پورے دور حکومت میں قاضی محمد اعلیٰ قاضی تھے اور اس کے بعد شاہ عالم ثانی کے اٹھارہویں سنہ جلوس (۱۱۹۱ھ) تک قاضی رہے۔

مہر قضاۃ :

قاضی محمد اعلیٰ کی دو مہریں راقم سطور کے علم و نظر میں ہیں، بڑی جو کثیر الاستعمال اور دفتر قضا میں مستعمل تھی اس میں یہ الفاظ کندہ تھے :

خادم شرع والا قاضی محمد اعلیٰ ، سنہ ۵ ، سنہ ۱۱۶۶ھ۔

سنہ ۵ سے احمد شاہ بن محمد شاہ کا سنہ جلوس مراد ہے، جو سنہ ۱۱۶۱ھ (۱۷۴۸ء) میں اقتدار نشین ہوا تھا ، قاضی محمد اعلیٰ کے قاضی مقرر ہونے کے اول دن سے آخری زمانہ حیات تک یہی ایک مہر دفتر قضاۃ میں مروج و مستعمل رہی، کبھی اس کے طرز تحریر، الفاظ اور سائز میں معمولی ترمیم و تغیر بھی نہیں ہوا ، یہ ساڑھے

تین سینٹی میٹر کی گول مہر تھی۔ ایک اور مہر جو قاضی صاحب کے مملوکات اور ان کے مکتوبہ فتاویٰ پر ثبت ہے، ان الفاظ پر مشتمل ہے :

”قاضی محمد اعلیٰ ۱۱۴۰ھ۔ یہ چھوٹی سی ڈیڑھ سینٹی میٹر

کی بیضوی مہر ہے۔

خود داری و استغنا

قاضی محمد اعلیٰ بے حد خود دار و مستغنی مزاج ، حکام و امراء کی خوشنودی سے بے نیاز، ان کی عنایات و توجہ کی خواہش سے آزاد نیز ان کی مجلسوں میں حاضری اور دربارداری کے مراسم و آداب کی بجا آوری سے بے زار تھے ، قاضی صاحب نے نواب نجیب الدولہ سے بھی جو سطوت و اقتدار کے علاوہ علماء کے احترام و قدر دانی کے لئے مشہور ہے ، (۱۸) تعلقات استوار کرنے کی کوشش نہیں کی ، ایک مرتبہ خود نجیب الدولہ نے قاضی صاحب سے دربار کی روایات کے مطابق نذر پیش کرنے کا مطالبہ کیا ، قاضی صاحب اس ہدایت کو ذرا خاطر میں نہ لائے اور اس کی تعمیل غیر ضروری خیال کی ، قاضی صاحب کا یہ طرز عمل نجیب الدولہ کی برہمی کا سبب بنا ، نجیب الدولہ نے قاضی صاحب کی آبائی جاگیر ضبط کر لینے کا حکم دیدیا ، قاضی صاحب اس پر بھی خاموش رہے ، نہ طرز عمل میں تبدیلی کی نہ اراضی کی واپسی کے لئے درخواست گزاری ، اور اپنے معمول کے مطابق افتاء و قضاء میں مصروف رہے ، غالباً اس بے نیازی و استقلال سے نجیب الدولہ متاثر ہوا ، اور بلا کسی درخواست و کاوش کے نجیب الدولہ نے خود ہی اس جائداد کی واگذاشت کا حکم دیدیا ، جائداد قاضی صاحب کو مل گئی مگر قاضی صاحب اس پر بھی خاموش رہے ، کسی جذبہ اور تشکر و تاثر کا اظہار نہیں فرمایا۔ (۱۹)

معاصر علماء سے روابط اور خط و کتابت

قاضی صاحب کی تمام زندگی تھانہ بھون میں گزری اور شاید ہی اس نواح سے باہر نکلنے کا اتفاق ہوا ہو مگر اس عہد کے نامور علماء قاضی محمد اعلیٰ سے واقف ان کے علمی مقام سے آشنا اور ان کی علمی تحقیقات کے قدر دان تھے۔ قاضی صاحب سے معاصر علماء کے روابط و مراسم کے گواہ، اور اساطین علم و کمال کی نظر میں قاضی صاحب کے وقعت و احترام اور ان کی بصیرت و دیدہ وری کے اعتراف پر وہ مراسلات و خطوط ایک مستند شہادت ہیں جو قاضی صاحب کے خطوط کے جواب میں یا قاضی صاحب کے سوال پر کسی مسئلہ کی تحقیق میں، یا قاضی صاحب کی تحریر و تصنیف کی تفصیل و توثیق کے لئے لکھے گئے ہیں۔

اگرچہ اس طرح کی تحریرات کی تعداد زیادہ نہیں مگر جو خطوط و تحریرات اس وقت دریافت اور ہمارے ناچیز ذخیرہ نادر و تبرکات میں محفوظ ہیں ان میں سے ہر ایک کسی ایسے جلیل القدر عالم کی تراوش قلم کا نمونہ ان کے مطالعہ اور فکر و تحقیق کا آئینہ ہے جو برصغیر ہندو پاکستان کی ملت اسلامیہ کی آبرو، مستقل مکاتیب فکر کے مؤسس دنیائے علم و تحقیق میں ایک مستقل دور کے بانی اور ایک نئے عہد کے موجد ہیں۔

قاضی محمد اعلیٰ کے نام مراسلات نگاروں کی اس مختصر فہرست میں حضرت قاضی ثناء اللہ (۲۰) پانی پتی بحر العلوم علامہ عبدالعلیٰ فرنگی محلی (۲۱) مولانا مجدالدین عرف مولوی مدن شاہجہان پوری اور حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی (۲۳) کے اسمائے گرامی شامل ہیں قاضی صاحب نے اول الذکر تینوں حضرات سے اراضی مدومعاش کا حکم دریافت کیا تھا اور حضرت شاہ عبدالعزیز

سے واللہ بما يعملون محیط کے صحیح اعراب و قرأت اور اس سے متعلق مباحث پر سوال اور تحقیق فرمائی تھی - (۲۳)

درج بالا ممتاز علمائے کرام کے علاوہ قاضی صاحب کے ذخیرہ میں کچھ اور مکتوبات بھی محفوظ ہیں مگر ان تحریرات و خطوط پر مکتوب نگاروں کے نام درج نہیں ، لیکن اس میں کچھ شک و شبہ نہیں کہ یہ خطوط قاضی محمد اعلیٰ کے سوالات کے جواب میں واللہ بما يعملون محیط کی تحقیق پر مشتمل ہیں -

سنہ وفات

تقریباً اکتھر بہتر سال کی عمر میں قاضی محمد اعلیٰ نے ۱۱۹۱ھ ((۱۷۷۷ء)) کے نصف آخر میں تھانہ بھون میں وفات پائی ، وفات کی تاریخ اور مہینہ معلوم نہیں مگر سنہ وفات بلا شک و شبہ درست ہے قاضی صاحب کے رفیق و جلس حضرت مفتی الہی بخش کاندھلوی نے اپنی بیاض میں یہی سنہ وفات لکھا ہے (۲۵) اور مورخ تھانہ بھون مولوی ناظر حسن تھانوی بھی اس کے موئید و مصدق ہیں ، (۲۶) لیکن آخر سال کی تعیین قرائن پر مبنی ہے ، ۱۱۹۱ھ کی ابتدائی شش ماہی میں قاضی محمد اعلیٰ تھانہ بھون کی مسند قضا پر جلوہ افروز اور متعلقہ خدمات کی بجا آوری میں مشغول تھے ، اس دور کی قاضی صاحب کی مصدقہ دستاویزات کے حوالے دستیاب ہیں ، لیکن اس شش ماہی کے بعد کسی تحریر و دستاویز پر قاضی محمد اعلیٰ کی توثیق و تصدیق یا مہر ثبت نہیں بلکہ ان پر قاضی محمد اعلیٰ کے بعد نامزد قاضی ، قاضی محمد ارحم اور ان کے قائم مقام قاضی محمد منعم کی مہریں اور تصدیقات درج ہیں ، اس لئے یہ امر یقینی ہے کہ اسی شش ماہی میں قاضی محمد اعلیٰ کی وفات ہوئی -

مفتی الہی بخش کے حوالہ سے قاضی محمد اعلیٰ کا سنہ وفات اوپر گذر گیا ہے مفتی صاحب کی بیاض میں ”تاریخ وفات قاضی محمد اعلیٰ“ کے زیر عنوان یہ شعر بھی درج ہے :

سال تاریخ وفاتش ہاتھ جنت الاعلیٰ له مشواہ گفت (۲۷)

۱۱۹۱ھ

اگرچہ خود حضرت مفتی صاحب نے مصرعہ تاریخ کے نیچے صحیح سنہ وفات کے اعداد ۱۱۹۱ھ درج کئے ہیں، مگر واقعہ یہ ہے کہ ترتیب ابجد کے مطابق اس شعر کے دوسرے مصرعہ کے اعداد حرف ۱۱۸۲ ہوتے ہیں، جو کسی طرح بھی قاضی محمد اعلیٰ کے سنہ وفات سے مطابقت نہیں کرتے، لیکن اس فروگزاشت کی وجہ سے قاضی محمد اعلیٰ کے سنہ وفات ۱۱۹۱ھ کی اطلاع کسی طور متاثر نہیں ہوتی، کیونکہ اولاً اس سنہ کی توثیق کے لئے متعدد شواہد موجود ہیں علاوہ ازیں خود مفتی صاحب نے اس مصرعہ کے تحت ۱۱۹۱ھ درج کیا ہے، نیز یہ امر بھی اس کی صراحت کر رہا ہے کہ اس صفحہ پر درج تمام وفیات اور کلمات تاریخ ۱۱۹۱ھ یا ۱۱۹۰ھ سے تعلق رکھتے ہیں، لہذا معلوم ہوا کہ مصرعہ تاریخ کی کتابت میں کوئی حرف سہواً ترک ہو گیا ہے، اس لئے اصل اور قابل اعتماد سنہ وفات ہے جو اس مصرعہ کے نیچے بھی درج ہے، نہ کہ مصرعہ تاریخ کے ابجدی اعداد۔

مدفن

قاضی محمد اعلیٰ تھانہ بھون کی مشہور تاریخی مسجد معروف بہ پیر محمد والی سے ملحق قبرستان میں دفن کئے گئے، (۲۸) اگرچہ اس قبرستان کے آثار و مقابر کو بے نام و نشان ہوئے ایک صدی سے بھی زیادہ عرصہ گزر گیا ہے مگر عجب اتفاق ہے کہ قاضی محمد اعلیٰ کی

قبر آج تک اسی طرح محفوظ ہے ، یہ قبر خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے اندرونی احاطہ کے جنوب مشرقی گوشہ میں واقع ہے ، حکیم محمد عمر چرتھاولی لکھتے ہیں :

،،ایک طرف گوشہ جنوب و مشرق احاطہ مسجد میں مولوی محمد اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مثل پارہ ابر شجر اخضر کے پائے میں خدا کے ہمسائے میں (واقع ہے) (۲۹)۔“

مصنفات اور علمی آثار و باقیات

دریافت آثار و قرائن کے مطابق قاضی محمد اعلیٰ کا دامن دنیاوی خرخشوں سے پاک اور ازدواج و عیال کے بندھن سے آزاد رہا ، قاضی صاحب نے تقریباً ستر اکٹھر سال عمر پائی اور تمام زندگی علمی دینی خدمات کی بجا آوری ، فقہ و فتاویٰ کی گرہ کشائی اور تصنیف و تالیف میں یکسر مشغول گزاری ، گویا کچھ اوپر پچاس برس درس تعلیم افتاء و قضات اور مطالعہ و تحقیق میں بسر فرمائی ، اور ظاہر ہے کہ قاضی محمد اعلیٰ جیسا عالی مرتبت اور صاحب علم و بصیرت شخص جس نے اوائل عمر میں کشاف اصطلاحات الفنون جیسی گرانمایہ کتاب کی تصنیف پر توجہ کی ہو اپنی بقیہ زندگی میں تحریر و تصنیف کے ذوق سے غافل اور بے تعلق نہیں رہا ہوگا اس لئے قاضی کی مؤلفات و تصنیفات کی فہرست طویل اور ان کے لکھے ہوئے فتاویٰ کی تعداد کثیر ہونی چاہیئے تھی ، کثرت تصانیف کا خیال اس لئے بھی قرین قیاس ہے کہ کشاف اصطلاحات الفنون کے علاوہ قاضی صاحب کی معلوم تمام تصنیفات تقریباً ۱۱۲۲ھ سے ۱۱۸۰ھ تک کی یاد گار ہیں ، اور جو قلم اس عمر میں ایسا رواں دواں رہا ہو اس نے جوانی اور جوش و جذبات کے دور میں کیا کیا گل افشائیاں نہ کی ہوں گی، مگر افسوس کہ ہمیں قاضی صاحب کی

صرف چار تصنیفات اور دو کتابوں پر حواشی کا علم ہو سکا ہے، قدیم تصنیفات کا کچھ سراغ نہیں ملا۔

مصنفات میں کشاف اصطلاحات الفنون، احکام الاراضی، قواعد ذوی الارحام، اور رسالہ تکسیرو اوفاق کے نام آ رہے ہیں اور حواشی میں حاشیہ فتاویٰ حمادیہ اور حاشیہ رسالہ اقلیدس کا تذکرہ ہوگا، اسی فہرست میں قاضی محمد اعلیٰ کی مملوکہ و مکتوبہ صحیح بخاری کا تعارف بھی شامل ہے قاضی صاحب کے حوالہ سے ایک اور کتاب بیاض قاضی محمد اعلیٰ کا ذکر بھی آئیگا، اگرچہ کسی بیاض کا مؤلفات کی فہرست میں تذکرہ کیا جانا معمول نہیں لیکن قاضی صاحب کے متعلق معلومات کی جستجو میں اس کو فراموش نہ کیا جانا چاہئیں۔ نیز اصول حدیث کے بعض رسائل اور چند کتابیں ایسی ہمارے علمی ذخیرہ میں موجود ہیں جن کی نسبت خیال ہے کہ وہ قاضی محمد اعلیٰ کے کتب خانہ کی یادگار ہیں مگر زیر نظر صفحات میں ان کا تذکرہ بے محل ہوگا۔ اس کے علاوہ ایک اور علمی خزانہ جو قاضی محمد اعلیٰ کی ذہانت اور جودت فکر کی یادگار ہے وہ تحریرات و مراسلات ہیں جو واللہ بما يعملون محیط کی قرأت کی تحقیق اور متعلقہ مباحث کی تفصیلات پر مشتمل ہے، اس میں اس آیت کی قرأت وغیرہ کے متعلق قاضی صاحب کی رائے، ان کے استفسارات اور علمائے عصر کے جوابات ہیں، اگرچہ یہ ایک اہم سرمایہ ہے مگر اس کی تفصیلات کسی اور فرصت کی متقاضی ہیں اس لئے یہ بحث بھی زیر نظر صفحات میں شامل نہیں۔

اولاً احکام الاراضی، قواعد ذوی الارحام اور رسالہ تکسیرو اوفاق وغیرہ پر ایک نظر ڈالتے ہیں، آخر میں کشاف اصطلاحات الفنون کے متعلق بعض معلومات سے استفادہ کیا جائے گا۔

۱۔ احکام الاراضی

اراضی ہند کی شرعی حیثیت کی تحقیق و تعیین ، ان میں عشر و خراج واجب ہونے کا مسئلہ صدیوں سے علماء کی توجہ کا مرکز اور بحث و نظر کا موضوع رہا ہے ، ہر دور میں علمائے کرام اس پر مختلف پیرایوں میں اظہار خیال فرماتے رہے ہیں ، اسی مبحث پر قاضی محمد اعلیٰ نے اپنی اس تالیف میں بحث فرمائی ہے۔

قاضی محمد اعلیٰ کی تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ :

ہندوستان کی زمینیں عشری ہیں نہ خراجی، نہ زمینداروں اور کاشتکاروں کو اس کا مالک قرار دیا جا سکتا۔ یہ اراضی بیت المال کی املاک کا حصہ ہیں اور ان کے لئے فتنے بیت المال کی تعبیر موزوں ہے اور شرعی طور پر ان کا وہی حکم ہے جو آئمہ ثلاثہ کے نزدیک سواد عراق کا اور فقہاء حنفیہ کے یہاں سر زمین مصر کا ہے ، قاضی صاحب نے اپنی یہ رائے کئی موقعوں پر مختلف الفاظ میں ذکر فرمائی ہے ، اختتام کلام پر واضح اور فیصلہ کن الفاظ میں کہتے ہیں :

„از آنچه مذکور شد ثابت و واضح گشت کہ اراضی بلاد ہند فرے بیت المال اند و مملوکہ ذمیان نیستند باتفاق آئمہ اربعہ ، اما نزد ثلاثہ پس ظاہر است ، چہ نزدشان اراضی از ترک در ایدی کفرہ بخراج مملوک آن کفرہ نمیشود۔

پس حال این اراضی مثل حال اراضی سواد عراق باشند نزد آئمہ ثلاثہ کہ فرے است و ماخوذ از آن اجرت است نہ خراج ، و اما نزد امام ابی حنیفہ و اصحاب او پس برائے آنکہ ترک اراضی در ایدی کفرہ بخراج منقول بچیزے صحیح نیست ، باوجود عدم تصویر این صورت و دلالت افعال سلاطین بخلاف آن ، پس حال این اراضی نزد حنفیہ مثل حال اراضی مصر باشد کہ خراجیہ نیست و ماخوذ ازوے اجرت است و

خراج نیست بحسب حقیقت بلک بحسب تسمیہ فقط ۔

پس بیع و شراقریات مع اراضی مزروعہ وغیرہ کہ زمینداران بدعوی تملک خودہا مرجع اراضی میکنند و مروج شدہ باطل است کہ بیع و شراء غیر مملوک جائز نہا شد سیما اراضی مباحہ و توابع قریہ وغیر آن کہ مملوک احدی نیست بلا شک و شبہ و نہ در قبضہ آن کفرہ باطل باشد قطعاً و یقیناً ۔ واللہ تعالی اعزو اجل اعلم وبالصواب « (۳۰) یہی خیال اس کتاب کے تمام مباحث کا محور اور بنیادی نقطہ فکر ہے ۔

احکام الاراضی میں قاضی صاحب نے اپنی رائے خاصی وضاحت اور تفصیل سے مرتب طریقہ پر پیش فرمائی ہے اور مطالب و مباحث کی وضاحت و تفہیم کے لئے کتاب کو متعدد ابواب و عناوین پر تقسیم کیا ہے اصل موضوع پر گفتگو سے پہلے ان مباحث و مسائل پر کلام کیا ہے جو کسی بھی ملک کی اراضی کی شرعی حیثیت متعین کرنے میں اساس و کلید کی حیثیت رکھتے ہیں ، مولف نے اولاً دار الحرب اور دارالاسلام کے مسائل پر روشنی ڈالی ہے بیت المال اور اس کے ذرائع آمدنی پر اظہار خیال کیا ہے ، اس کی ملکیت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے اور آخر میں اصل زیر بحث مسئلہ اراضی ہند کی شرعی حیثیت اور اس میں عشر اور خراج نہ ہونے کی رائے کی توثیق فرما کر کتاب ختم کر دی ہے ۔

احکام الاراضی کل کتنے ابواب پر مشتمل ہے یہ فیصلہ آسان نہیں ، قاضی صاحب نے اس کی صراحت نہیں کی اور ،، ترتبہا علی ابواب ،، کہہ کر گزر گئے ہیں ، اور دریافت نسخے مضامین اور ترتیب ابواب و عناوین میں مختلف ہیں ، نسخہ انڈیا آفس اور نسخہ مخزونہ نیشنل میوزیم کراچی چار ابواب پر مشتمل ہے ، ترتیب اس طرح ہے :

الباب الاول فى بيان معنى دارالاسلام ودارالحرب والفتى والغنيمۃ و
نحو ذالك مما يتعلق بهذا الباب -

الباب الثانى فى بيان احكام اراضى دارالاسلام -

الباب الثالث فى بيان انواع الاراضى باعتبار كون مالکها معروفا او
مجهولا -

فصل فى بيان حكم الشئ اذا وجد فى يد احد عقارا كان او غيره -

فصل فى بيان تفسير الموات و حكمه

فصل فى الكنز

الباب الرابع فى بيان احكام اراضى بلاد الهند -

فصل فى بيان تطبيق الروايات الواردة فى هذا الباب على الاصول

الشرعيه - (۳۱)

تقريباً يہی ترتیب نسخہ مخزونہ خدا بخش لائبریری پٹنہ کی ہے ،
اگرچہ جزوی اختلافات بھی تاہم بڑی حد تک ایک ہیں لیکن مولانا
آزاد لائبریری علی گڑھ میں محفوظ دونوں نسخے ترتیب اضافات و
ترمیمات میں مذکورہ بالا نسخوں سے خاصے مختلف ہیں اس اختلاف
ترتیب اور اضافات کے پیش نظر موخر الذکر نسخوں کو نسبتاً زیادہ
لائق اعتماد اور احکام الاراضی کی ترتیب و اشاعت کے وقت بنیاد و
اساس قرار دینا چاہیئے -

احکام الاراضی کے متعدد نسخے مختلف کتاب خانوں میں محفوظ
ہیں بعض اور نسخوں کا بھی مختلف مآخذ سے علم ہوتا ہے مگر ان
کی تفصیلات دریافت نہیں معروف نسخوں میں انڈیا آفس نیشنل
میوزیم کراچی ، نسخہ انجمن ترقی اردو کراچی ، خدا بخش پٹنہ اور
علی گڑھ میں محفوظ دو نسخے شامل ہیں - جن نسخوں کا حوالہ
ملتا ہے تعارف اور نسخہ مفقود ہیں ان میں ہماری خاندانی کتب خانہ

کا نسخہ ، سنٹرل لائبریری بھوپال کا نسخہ اور وہ نسخہ شامل ہے جو ہنٹر کے ذاتی ذخیرہ میں موجود تھا ، تفصیلات درج ذیل ہیں :

الف : نسخہ انڈیا آفس لائبریری

انڈیا آفس لائبریری میں احکام الاراضی کا ایک نسخہ جو ترقیمہ کاتب و سنہ کتابت سے محروم ہے (۳۲) عکس سے شبہ ہوتا ہے کہ نسخہ مؤلف ہے مگر مصنف کی تحریر سے مشابہت کے علاوہ کوئی اور علامت اس پر ایسی درج نہیں جو اس کے نسخہ مؤلف ہونے پر گواہ ہو ، بہر حال خاصا قدیم نسخہ معلوم ہوتا ہے ۔

ب : نسخہ نیشنل میوزیم پاکستان

کراچی نیشنل میوزیم میں احکام الاراضی کا ایک نسخہ جو ۱۲۷۹ھ کا مکتوبہ اور ۷۶ صفحات پر مشتمل ہے ۔ (۳۳) یہ نسخہ انجمن ترقی اردو پاکستان کے ذخیرہ مخطوطات کے ساتھ میوزیم منتقل ہوا ہے ، اسی لئے کبھی نسخہ انجمن کے نام سے اور کبھی نسخہ نیشنل میوزیم کراچی کے عنوان سے یاد کیا جاتا ہے ۔

ج : نسخہ خدا بخش لائبریری پٹنہ

خدا بخش لائبریری میں احکام الاراضی کے دو نسخے محفوظ ہیں ایک نسخہ جو مجموعہ نمبر ۹ میں شامل ہے اناسی (۷۹) اوراق پر مشتمل ہے اس پر سنہ کتابت درج نہیں ۔ دوسرا نسخہ جو ۱۲۵۹ کا مکتوبہ ہے اکتالیس اوراق میں ہے ، (۳۳) راقم سطور کو ان نسخوں سے استفادہ کا موقع نہیں ملا ، اگرچہ خدا بخش کے مخزنہ ایک نسخہ کا عکس راقم سطور کے سامنے ہے مگر یہ عکس ناقص الآخر ہے ، تاہم صفحات کی ترتیب سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ اول الذکر نسخہ کا عکس ہے ۔ (۳۵) بہر حال یہ نسخہ جس کے عکس کا تذکرہ ہے ترتیب کے لحاظ سے انڈیا آفس اور نسخہ کراچی کے مماثل ہے مگر اغلاط

سے پر ہے۔ دوسرے نسخہ کی تفصیلات ہمدست نہیں۔

د : نسخہائے آزاد لائبریری ، علی گڑھ

مولانا آزاد لائبریری ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں احکام الاراضی کے دو نسخے اور ایک اردو ترجمہ محفوظ ہے ، متن کا ایک نسخہ یونیورسٹی کلکشن میں اور ایک عبدالسلام کلکشن میں ہے ، (۳۶) اردو ترجمہ بھی اسی موخر الذکر ذخیرہ کی زینت ہے ، مگر عجب اتفاق ہے کہ تینوں نسخے ترقیمہ کاتب اور سنہ کتابت سے محروم ہیں ، تاہم یونیورسٹی کلکشن کا نسخہ نسبتاً صحیح اور پرانا معلوم ہوتا ہے ، اور ذخیرہ عبدالسلام کا نسخہ اگرچہ متأخر ہے مگر اپنے بعض حواشی اور فوائد کی وجہ سے قدیم نسخہ پر امتیاز رکھتا ہے ، اور یہ بھی خیال ہے کہ ذخیرہ عبدالسلام میں محفوظ اصل متن اور ترجمہ دونوں کا کاتب ایک ہے۔ وہ اگرچہ کم سواد نہیں ہے مگر متن کی اصلاح و تحقیق سے قاصر رہا ہے ، نیز اس نسخہ کے نسخہ یونیورسٹی سے اختلافات کی بنا پر یہ کہنا بھی درست ہوگا کہ اس کی اساس مذکورہ نسخہ پر نہیں ہے ، دونوں نسخے الگ الگ قدیم نسخوں سے نقل ہوئے ہیں اور دونوں میں خفیف جزوی اختلافات ہیں ، نسخہ عبدالسلام میں متعدد عبارتیں ترک ہو گئی ہیں اور مسہو کاتب یا املا کی غلطیاں بھی خاصی ہیں مگر غالباً یہ اسی نسخہ کی دین ہیں جو اس کی اصل و اساس ہے۔ کیونکہ ناقل نے آخر میں لکھ دیا ہے : بالاصل مقابلہ کردہ شد ۔۔۔ یونیورسٹی ذخیرہ کا نسخہ دونوں لحاظ سے بہتر ہے غلطی بھی نسبتاً کم ہے اور اضافات بھی دستیاب ہیں مگر ذخیرہ عبدالسلام کا نسخہ فروگذاشتوں کے باوجود حواشی پر بعض مفید اضافات نیز جابجا متن میں درج ذیلی مباحث و فوائد کی نشاندہی میں منفرد ہے ، اور بحیثیت مجموعی یہ دونوں

نسخے احکام الاراضی کے اور نسخوں سے ترتیب ابواب و عناوین اور اختلاف مباحث و عبارات میں بہت مختلف ہیں ، اس حد تک کہ بعض مباحث میں نسخہائے علی گڑھ اور دوسرے معلوم نسخے جداگانہ تصانیف معلوم ہوتے ہیں مگر کلمہ افتتاح میں سب متحد ہیں اس لئے یہ فیصلہ نادرست ہوگا کہ یہ الگ الگ تصنیفات ہیں مگر یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ بعض نسخے مؤلف کی اولین روایت یا تحریر پر مبنی ہیں اور بعض آخری اور محقق روایت پر ، اگر یہ قیاس درست ہو تو نسخہائے علی گڑھ زیادہ قابل اعتماد اور متأخر روایت قرار پائیں گے۔

نسخہ یونیورسٹی کلکشن باسٹھ اوراق پر مشتمل ہے ، فی صفحہ گیارہ سطور ہیں ، تحریر عمدہ پختہ قلم رواں اور صاف ہے ، نسخہ عبدالسلام انچاس ورق پر آیا ہے فی صفحہ ۱۵ سطریں ہیں تحریر نستعلیق ہے مگر بہت عمدہ اور غلطیوں سے پاک نہیں دونوں نسخے ترقیمہ کاتب ، سنہ کتابت نیز ایسی علامتوں سے یکسر خالی ہیں جن کی مدد سے ان کے زمانہ تحریر کا اندازہ ہو سکے لیکن اگر کاغذ کی بنا پر فیصلہ درست ہو تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ نسخے تقریباً اواخر تیرہویں صدی کی یاد گار ہیں۔

ز : ترجمہ احکام الاراضی

اسی کاتب کے قلم سے جس نے نسخہ عبدالسلام کی کتابت کی ہے اس ذخیرہ میں احکام الاراضی کا ایک اردو ترجمہ بھی دستیاب ہے ، اوپر گزر گیا ہے کہ اس نسخہ پر مترجم کاتب سنہ کتابت یا اس خدمت کے محرک کا حوالہ و تذکرہ کچھ درج نہیں ، نسخہ عبدالسلام مترجم کے پیش نظر ہے ، اگرچہ ترجمہ کی زبان اس عہد کے لحاظ سے خاصی ہے مگر بعض مقامات پر الجھی ہوئی اور غیر

واضح سی ہے ، مترجم بعض مرتبہ فارسی عبارتوں کا ترجمہ نظر انداز کر دیتا ہے اور کبھی توضیح مطالب کے لئے ترجمہ کے بعد فارسی عبارت بھی قوسین میں نقل کرتا ہے ، یہ عمل آخری ابواب میں کچھ زیادہ ہو گیا ہے ، بعض عبارتیں بلا ترجمہ جوں کی توں نقل کر دی گئی ہیں مگر ان فروگذاشتوں کے باوجودہ ایک قابل قدر کوشش ہے ، نمونہ ترجمہ درج ذیل ہے :

قد سبق الی اوہام اکثر العلماء ان اراضی الہند خراجیۃ مملوکۃ للذمین القابضین لہا الآن بل اشتہر فی اکثر المواضع انہا مملوکۃ لرؤسائہم المسلمین حتی جوزوافیہا تصرفاتہم التملیکیۃ من البیع و الشراء والہبۃ و نحوہا کما ہو حکم الاراضی الخراجیۃ .

وسبب توہمہم انہم وجدوہم قابضین لہا یداً ید قبضاً قدیماً والید دلیل للملک ظاہر وقد وقع فی القنیۃ وغیرہا من انہ لیس للامام ان یرج شیئاً من ید احد لا بحق ثابت معروف ولم یتفطنوا ان الید انما تكون دلیلاً علی الملک ظاہراً اذا کانت بلا متنازع و ہنہنا یدى السلاطین القدیمۃ والجدیدۃ تنازع یدى الکفرۃ --- الخ -

،،عبدضعیف محمد اعلیٰ کہتا ہے کہ اکثر علماء کو یہ وہم ہوا ہے کہ بلاد ہند کی زمین خراجیہ ہے اور ان کفار ذمی کی ملکیت ہے جو اس وقت اس پر قابض ہیں ، بلکہ اکثر مقام پر یہ مشہور ہوا ہے کہ وہ اراضی روساء کی ملکیت ہیں ، یہاں تک کہ اس اراضی میں روساء کو تصرفات ملکیت از قسم بیع و شراء و ہبہ وغیرہ جائز ہیں جیسا کہ حکم اراضی خراجیہ کا ہے ، اور ان علماء کے توہم کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے روساء کو قابض اراضی یکے بعد دیگرے قدیم الایام سے پایا ہے اور قبضہ بظاہر دلیل ملکیت ہے - اور قنیہ وغیرہ میں واقع ہوا ہے کہ امام کو کوئی چیز کسی شخص سے بلا ثبوت حق معروف کے نہیں

لینا چاہیے ، اور علماء نے یہ سمجھا کہ قبضہ اس وقت دلیل ملک بظاہر ہے ، جس وقت کوئی جھگڑا کرنے والا نہ ہو ، اور یہاں یہ حال ہے کہ سلاطین قدیم و جدید کفار سے ہمیشہ لڑتے جھگڑتے رہے ہیں ۔ ” - (۳۷)

یہ نسخہ جو پچاس اوراق پر مشتمل ہے ، اگرچہ اس کا کاغذ خستہ و خراب ہے تاہم محفوظ ہے ۔

احکام الاراضی کے جن نسخوں کا صرف حوالہ ملتا ہے نسخہ مفقود ہیں ان میں سے ایک نسخہ ہمارے خاندانی کتب خانہ کی زینت تھا یہ نسخہ خلاصہ محیط برہانی کے ایک قدیم مخطوطہ کے ساتھ مجلد تھا اور قرین قیاس ہے کہ احکام الاراضی کا یہ نسخہ مؤلف کے قلم سے یا نسخہ مؤلف کی نقل ہو ، یہ نسخہ تقریباً ۱۹۵۲ء کے بعد تک موجود تھا اس کے بعد سے تاحال اس کا کچھ پتہ نہیں کہ کہیں پڑا ہے یا ضائع ہو چکا ہے ۔ ایک نسخہ کا حمیدیہ (سنٹرل) لائبریری بھوپال کے رجسٹر کتب میں اندراج ہے (۳۸) مگر یہ نسخہ بھی اپنی جگہ پر موجود نہیں ، ایک اور نسخہ پروفیسر بلاخ مین کو تھانہ بھون سے قاضی محمد اعلیٰ کے اہل خاندان سے حاصل ہوا تھا ، اس نسخہ کی غالباً نقل ہنٹر (W. W. Hunter) کے زیر مطالعہ تھی (۳۹) ، یہ دونوں نسخے کہاں گئے کیا ہوئے راقم سطور کو معلوم نہیں ۔

اگرچہ احکام الاراضی آج تک شائع نہیں ہوئی مگر مؤلف کے عہد سے عصر حاضر تک ہر دور میں خاصی معلوم و متعارف رہی ہے ، ہر زمانہ میں اہل علم و فضل ، ارباب فقہ و فتاویٰ ، اور اصحاب تحقیق و تصنیف اس سے برابر نقل و استفادہ کرتے رہے ہیں ، مؤلف کے ہم عصر اساطین فضل و کمال احکام الاراضی سے واقف اور اس کے قدر داں تھے ۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ) نے قاضی محمد

اعلیٰ کے نظریات خصوصاً مدد معاش کے ضمن میں قاضی صاحب کی رائے پر مفصل اظہار خیال کیا ہے ، (۳۰) اور حضرت شاہ عبدالعزیز (م ۱۲۳۹ھ) اپنے فتاویٰ میں قاضی صاحب کے اس رسالہ کا ذکر کرتے ہیں اور اس پر اظہار اعتماد فرماتے ہیں ، (۳۲) ، اس موقع پر حضرت شاہ صاحب کی تحریر سے عیاں ہے کہ وہ قاضی محمد اعلیٰ کے علم و فضل کے مداح و معترف ہیں۔ احکام الاراضی کے مباحث پر اعتماد اور اس سے اخذ و استدلال کرنے والی نسبت متاخر علماء میں فخر المتأخرین حضرت مولانا عبدالحنی فرنگی محلی (م ۱۳۰۳ھ) (۳۲) اور امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری (م ۱۳۵۲ھ) (۳۳) کے اسمائے گرامی سر فہرست ہیں جو برصغیر ہند و پاکستان میں کاروان حفاظ حدیث کے آخری قافلہ سالار اور بحر فضل و کمال کے آخری مسافر تھے۔

حالیہ چند برسوں میں احکام الاراضی کے حوالہ سے دو اہم اور قابل ذکر کام ہوئے ہیں جناب ڈاکٹر ظفر الاسلام صاحب (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) نے اس کا مفصل تجزیاتی تعارف کرایا ہے (۳۴) اور جناب مولوی عبدالخالق صاحب ہارون آبادی (بہاول نگر۔ پاکستان) نے اس وقت تک دریافت تمام نسخوں سے استفادہ کر کے احکام الاراضی کا متن مرتب کیا ہے (۳۵) اور مؤلف سے اصل مآخذ سے مراجعت و تحقیق کی ہے۔ امید ہے اس نسخہ کی اشاعت سے احکام الاراضی کا معتبر متن میسر آئے گا اور ایک اہم علمی ضرورت پوری ہو سکیگی۔

۲۔ قواعد ذوی الارحام

جیسا کہ نام سے معلوم ہو رہا ہے یہ کتاب فرائض کے موضوع پر خصوصاً ترکہ میں ذوی الارحام کے حقوق و حصص کی تفصیلات پر

مشمول ہے۔ قواعد ذوی الارحام کا واحد معلوم نسخہ جو مؤلف کے قلم سے بتایا گیا ہے سہارن پور (یو پی) میں ایک صاحب کے قدیم آبائی ذخیرہ کی گئی چنی باقیات میں شامل ہے ان کرمفرما کے بار بار وعدوں اور راقم سطور کی ممکنہ کاوش و جستجو کے باوجود اس نسخہ کی زیارت اور اس سے براہ راست تعارف و استفادہ ممکن نہیں ہو سکا تاہم مالک نسخہ نے قواعد ذوی الارحام کے جو احوال و کوائف بتائے اور لکھ کر دیئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب ۱۱۷۵ھ کی تالیف اور مؤلف کے موئے قلم کی یادگار ہے، اور تقریباً چار سو صفحات پر مشتمل ہے۔ نیز اس پر درج بعض عبارتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب مفتی الہی بخش کاندھلوی کے ذخیرہ سے آئی ہے۔

درج بالا کوائف کے مطابق قواعد ذوی الارحام کا سنہ تالیف ۱۱۷۵ھ ہے لیکن اگر قواعد ذوی الارحام تاریخی نام ہے تو اس کا سنہ تالیف ۱۱۷۷ھ ہونا چاہیئے۔

۳۔ رسالہ تکسیر و اوفاق

تکسیر واقیت ایک قدیم اور معروف و مقبول فن ہے اور اس موضوع پر تالیف و تحریر کا سلسلہ بھی خاصا پرانا ہے مگر قاضی محمد اعلیٰ کو اس مبحث پر کوئی ایسی کتاب دستیاب نہیں ہوئی جو اس کے تمام پہلوؤں کی جامع اور فنی لحاظ سے لائق اعتماد ہو، قاضی صاحب کی نظر سے اس طرح کی جو کتابیں گزریں وہ مختلف حیثیتوں سے ناقص و ناتمام تھیں اور ان میں عام طور پر معروف و مروج نقوش کا تذکرہ تو ملتا تھا مگر کم یا ب اور قلیل الاستعمال نقوش کی تفصیلات ان کی مختلف قسمیں ان کی رفتار، ان کے پر کرنے کے طریقے ان کی ترتیب و تدوین، کثیر البیوت نقوش کی مختلف

«

چالیس اور ان کی الگ الگ مختلف تاثیرات کا ایک جگہ تذکرہ نہیں تھا ، قاضی صاحب نے جو اس فن پر بھی کامل دسترس اور محققانہ نگاہ رکھتے تھے اس ضرورت کا احساس فرماتے ہوئے یہ کتاب مرتب فرمائی ، قاضی صاحب تحریر فرماتے ہیں :

„چوں طرق پر کردن اوفاق در کتب این فن کہ بنظر مفصل نبشته دیده نشد بلکه اکتفا بصور بعضی ازاں کرده اندو دربقیہ اصلاً تعارض بآن ہم نکرده اند مگر نادراً ، مثل طریق مثلث و مربع و وفق زوج الزوج ویرکردن اوفاق بوضع اوفاق صغیرہ درجوف وفق کبیر کہ مجملہ بذکر صور آن پرداختہ اند ، لهذا این مؤلف بموہبت و فیضان الملک العلام بذکر آن طرق مضلاً مع براہین اجمالیہ آن در جمیع اوفاق پرداختہ و داخل کتاب ساختہ تا این فوائد عجیبہ و غریبہ مفقود نشوند۔ والحمدلہ علی ذالک „ (۳۶)

رسالہ تکسیر و اوفاق کشاف اصطلاحات الفنون کی تالیف کے بعد کسی وقت مرتب ہوا ہے ، سنہ تالیف متعین طور پر معلوم نہیں لیکن اگر اس کا نام „رسالۃ تکسیر و اوفاق „ ابجدی اعداد پر مرتب ہے تو ۱۱۸۰ سنہ تالیف ہے۔

رسالہ تکسیر و اوفاق کا معلوم ومنفرد نسخہ مؤلف کے قلم سے کشاف اصطلاحات الفنون کے خطی نسخہ مخزونہ مولانا آزاد لائبریری ، علی گڑھ کے ساتھ ملحق ہے۔ یہ رسالہ ۱۹ : ۳۰ سینیٹی میٹر سائز کے پندرہ ورق پر مشتمل ہے ، ورق ۶۳۲ سے ۶۳۷ تک۔ یہ رسالہ فارسی میں ہے اور اس کا آغاز ان کلمات سے ہوا ہے :

„و الکسر عند الاوفاق عبارة عما بقى من قسمة بعض العدد المطلوب وضعه فى وفق من الاوفاق على عدد بیوت ضلع اضلاع ذالک الوفق بطریق متعینة . پس میگویم اگر خواهند عددے رادر

وفقی نہند بتزایدے کہ خواہند مثل تزايدیک یک یا دو دو یا سه
سه یا مانندآں ... الخ ، (۳۷) :

جس طرح سرے یہ رسالہ کشاف اصطلاحات الفنون کے آخر میں
نقل کیا گیا ہے اس سرے خیال ہوتا ہے کہ مصنف اس بحث کو کشاف
میں شامل کرنا چاہتے تھے مگر اس موقع پر جہاں اس کو درج ہونا
چاہئے تھا قاضی صاحب نے کوئی اشارہ درج نہیں کیا جس سرے اس
ملحق اور ضمیمہ کا علم ہوتا ، غالباً اسی وجہ سرے یا مرتبین کشاف
اصطلاحات الفنون کی برے توجہی کے سبب کشاف میں شامل نہیں
کیا گیا ، لہذا اب اس کو ایک مستقل تصنیف کی حیثیت سرے دیکھنا
چاہئے ، اس لئے راقم سطور نے بھی اس کا مستقل تذکرہ کیا ہے ۔
۴ - بیاض

مفتی الہی بخش کی مختلف تحریرات سرے معلوم ہوتا ہے کہ
قاضی صاحب کی ذاتی بیاض جو مختلف علوم کا خزانہ خصوصاً فقہ
کے بہترین منتخبات کا گنجینہ تھی ، مفتی الہی بخش کے کتب خانہ
میں آ گئی تھی ، مفتی صاحب نے اس سرے خاصا استفادہ کیا ہے اور
اس کی مدد سرے متعدد کتابوں خصوصاً فتاویٰ حمادیہ کے حواشی پر
مفید اور اہم نکات ومسائل کا اضافہ کیا ہے ، (۳۸) مفتی صاحب کی
تحریرات میں جس کثرت سرے اس سرے نقل و استفادہ ہوا ہے (۳۹) اس
کے پیش نظر یہ خیال کچھ غلط معلوم نہیں ہوتا کہ یہ بیاض بہت
ضخیم اور مختلف موضوعات کے اہم مباحث کا ایک بڑا ذخیرہ تھی
افسوس کہ مفتی صاحب کی تحریرات میں درج اقتباسات سرے اس کے
تعارف کے سلسلہ میں مزید رہنمائی نہیں ملتی ، اور یہ بھی معلوم
نہیں کہ بعد میں اس پر کیا گزری اور اب کہاں کس حال میں ہے ۔

قاضی محمد اعلیٰ کی قلمی یا ان کے حواشی سے مزین کتابیں ذخیرہ مفتی الہی بخش کے باقی ماندہ آثار میں قاضی محمد اعلیٰ کے کچھ اور تبرکات و نوادر بھی محفوظ ہیں ، ہر چند کہ ان کا تصانیف کے ضمن میں تذکرہ موزوں نہیں لیکن ایک یادگار کے طور پر ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے ، ان نوادر میں مختلف تحریرات و مراسلات کے علاوہ جو اس وقت شامل تعارف نہیں ہیں ۔ قاضی صاحب کی مکتوبہ صحیح بخاری نیز فتاویٰ حمادیہ اور تحریر اقلیدس پر مختصر حواشی سرفہرست ہیں ۔

صحیح بخاری

صحیح بخاری کا ایک خاصا عمدہ اور لائق استفادہ نسخہ جو جلد ثانی کے ربع آخر یعنی کتاب الاضاحی سے آخر کتاب تک ہے ، قاضی محمد اعلیٰ کے قلم کی یادگار ہے ، اگرچہ اس کتابت کے جو بلاشبہ قاضی محمد اعلیٰ کے قلم سے ہے آخری اوراق موجود نہیں جس سے اس کے ترقیمہ اور سنہ کتابت کا علم ہو سکتا ، مگر نسخہ کا سواد تحریر صاف بتا رہا ہے کہ یہ قاضی محمد اعلیٰ کا قلم ہے ۔ بعض حواشی پر قاضی صاحب کے دستخط بھی ثبت ہیں ۔ اکثر نسخہ قاضی محمد اعلیٰ کے قلم سے ہے صاف عمدہ اور رواں نستعلیق میں کتابت ہوا ہے ، صحت کتابت اور ترتیب اعراب کا خاص اہتمام کیا گیا ہے ، ابواب کے عناوین اور ہر روایت کا سر آغاز لفظ ،،ثنا،، سرخ روشنائی سے ممتاز ہے ، کہیں کہیں بین السطور میں اور کہیں حاشیہ پر ضروری مگر بہت جامع اور مختصر حل مطالب یا ترجمہ درج ہے ، ترجمہ فارسی میں ہے ۔ حواشی کی ترتیب میں اکثر تیسیر القاری سے اور گاہ گاہ فتح الباری اور کرمانی سے مدد لی گئی ہے ۔

بیشتر حصہ نستعلیق قلم سے قاضی محمد اعلیٰ کی کتاب ہے مگر بیچ بیچ میں دو تین موقعوں پر متعدد اوراق خط نسخ میں بھی شامل ہیں ، ان کے حواشی اور بین السطور میں بھی قاضی صاحب کی تحریرات و افادات جلوہ گر ہیں۔ قاضی صاحب کے مکتوبہ نسخہ سے یہ اوراق کسی وجہ سے ضائع ہو گئے ہوں گے جو قاضی صاحب نے کسی اور شخص سے نقل کرا کر اپنے نسخہ میں شامل کئے ہیں۔ اس نسخہ میں ایک اور ترمیم قاضی صاحب کی وفات کے بعد مفتی الہی بخش کے قلم سے ہوئی ، مفتی صاحب نے اس نسخہ کے آخری آٹھ ورق خود کتابت کر کے اس میں شامل فرمائے ،، باب کلام الرب يوم القيامة مع الانبياء وغيرهم ،، سے آخر کتاب تک ، یہ نقل و کتابت ربیع الاول ۱۱۹۸ ھ (فروری ۱۸۸۳ء) میں سر انجام پائی ، مفتی صاحب ترقیمہ کتابت میں لکھتے ہیں :

،،تم الجامع الصحيح المسند للبخاری - بيد احوج الناس الى شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، الفقیر الہی بخش عفی عنہ ، و وفق بعمل مرضی لہ - صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ -
 هذا التحرير فی بلدة غوث گڑھ - ۱۱۹۸ ھ ہجریہ مقدسہ - فی ربیع الاول لعشر عضین منہ - ،،

فتاویٰ حمادیہ

حمادیہ ، ہندوستان میں مرتب فقہ حنفی کے معروف و متداول مراجع میں شامل رہا ہے اور ایک زمانہ میں خاصا مقبول و معتمد بھی تھا۔ اس کا ایک قدیم نسخہ جو غالباً گیارہویں صدی ہجری کی یاد گار اور قاضی محمد اعلیٰ کے افادات و تحریرات سے گرانبار ہے متروکات مفتی الہی بخش میں محفوظ ہے۔

اس نسخہ پر اگرچہ سنہ کتابت تحریر نہیں مگر رسم خط اور

کاغذ اس کو وسط گیارہویں صدی کے مآثر میں شمار کراتے ہیں ، اور اس کے ورق اول پر درج ایک مہر جس میں ،،مفتی محمد صادق ۱۰۹۹ھ۔، کندہ ہے ، اس اطلاع کی تصدیق کر رہی ہے۔ اس نسخہ کے حواشی پر قاضی محمد اعلیٰ کے قلم سے مختلف توضیحات اضافات اور تصحیحات درج ہیں ، اگرچہ ہر موقع پر دستخط ثبت نہیں مگر سواد تحریر سے قاضی صاحب کا قلم معلوم ہوتا ہے۔

اس نسخہ کی ایک اور خصوصیت جس کی وجہ سے باقیات قاضی محمد اعلیٰ میں اس کی بڑی اہمیت ہے ، یہ ہے کہ احکام الاراضی ترتیب و تدوین کے وقت حمادیہ کا یہ نسخہ قاضی صاحب کے پیش نظر تھا، غالباً اس موضوع کے مباحث و معلومات قاضی صاحب نے اولاً حمادیہ کے حواشی پر رقم کئے اور ان ہی معلومات کی اساس پر احکام الاراضی مرتب فرمائی۔ اس نسخہ یا احکام الاراضی میں اس کی صراحت تو نہیں ہے مگر احکام الاراضی میں درج متعدد فقہی اقتباسات من وعن ان ہی الفاظ میں حمادیہ کے حواشی پر تحریر ہیں جو الفاظ احکام الاراضی میں نقل کئے گئے ہیں ، نیز احکام الاراضی کے موضوع پر متعدد فقہی مباحث اور فتاویٰ بھی مذکورہ حواشی کے پہلو یہ پہلو موجود ہیں جو اس خیال کے مؤید ہیں کہ احکام الاراضی کی ترتیب و تدوین میں حمادیہ کے اس نسخہ سے اخذ و استفادہ ہوا ہے۔

یہ مخطوطہ قاضی محمد اعلیٰ کے ذخیرہ کے ساتھ مفتی الہی بخش کو ملا ، مفتی صاحب نے اس کے ضائع چھے ورق دوبارہ نقل کر کے شامل کتاب کئے اور آخر میں جو ترقیمہ کاتب سے محروم ہے یہ الفاظ درج فرمائے :

،، کفاک قول الناس فيما ملكته، لقد كان هذا امرة لفلاس
 درقوت نوشتن است شنگر فری کہ کردہ ام ، ویک جز نومرقوم
 گشتہ - کاتب الحروف الجدیدہ - الہی بخش بن شیخ الاسلام
 عفی عنہما - اللہم انفع بہ الناس - -

حاشیہ - تحریر اقلیدس ؟

باقیات مفتی الہی بخش میں ہندسہ پر ایک خاصا قدیم مگر
 ناقص الطرفین عربی مخطوطہ محفوظ ہے راقم سطور کو تحقیق نہیں
 یہ کیا کتاب ہے آثار بتا رہے ہیں کہ شاید تحریر اقلیدس ہو - مگر
 تحریر اقلیدس یا اس کتاب کا کوئی نسخہ راقم سطور کو میسر نہیں
 آیا اس لئے فیصلہ نہیں کیا جا سکتا ، بہر حال یہ مخطوطہ تقریباً چار
 سو سال پرانا ہے ، اس وقت اس کے پینتیس ورق موجود ہیں ، ان
 اوراق پر شمار درج نہیں مگر ترتیب مضامین اس طرح ہے

المقالة الثالثة	خمسة وثلاثون شكلا
المقالة الرابع	إذا احاطه شكلا بشكل ؟
المقالة الخامسة	خمسة وعشرون شكلا
المقالة السادسة	ثلاثة وثلاثون شكلا
المقالة السابعة	سبعة وثلاثون شكلا
المقالة الثامنة	خمسة وعشرون شكلا
المقالة التاسعة	ثمانية وثلاثون شكلا

ان اوراق کے متعدد حواشی پر قاضی محمد اعلیٰ کے قلم سے نام کی
 صراحت کے ساتھ یا بلا صراحت حواشی درج ہیں -
 متفرق کتب

متروکات قاضی محمد اعلیٰ میں بعض اور کتابیں بفضلہ
 تعالیٰ اس وقت تک موجود اور لائق استفادہ ہیں مثلاً عینی شرح

بخاری کی ایک جلد ، فتاویٰ سراجیہ کا ایک مخطوطہ نیز ایک مجموعہ رسائل جیسے العثور الی وارسرور، مولفہ شیخ عطاء اللہ صدیقی سمرقندی ، مدرس دارالخلافت شاہجہان آباد - بطور خاص قابل ذکر ہے۔ (۵۰) موخر الذکر مخطوطہ غالباً مولف کے قلم سے ہے اور کشف اصطلاحات میں قاضی صاحب اس سے کثرت سے اخذ واستفاد کرتے ہیں - لیکن ان سب کا تعارف یہاں غیر ضروری ہے -

کشف اصطلاحات الفنون

مختلف علوم وفنون کی علمی فنی اصطلاحات کی قرأت وتفہیم ان کے معانی و مطالب کی صحیح تعبیر وتشریح ، ان کے آپس کے نازک رشتوں کی ضروری معلومات ، ایک جیسی مختلف اصطلاحات میں دریافت نقطۂ اتحاد ان کے باہمی دقیق فنی اختلافات اور ان کے درمیان معلوم معنوی فاصلوں کی تحقیق و تعیین دنیائے علم کا سب سے پہلا بنیادی فریضہ اور اولین موضوع بحث ہے - مذہبی و شرعی ، عقلی و کلامی ، اسلامی و غیر اسلامی ، عربی و یونانی تمام علوم کا دارومدار ان ہی اصطلاحات پر ہے ، کسی بھی علم و فن کی اصطلاحات کی صحیح تحقیق وتفہیم کے بغیر اس فن کے اصول و مبادی اور کلیات وجزئیات پر دسترس محال اور قطعاً ناممکن ہے - بعض اصطلاحات جن کا مختلف علوم و فنون کے متفرق مباحث سے تعلق ہے وہ بعض اور علوم کی اصطلاحات سے اس قدر مماثل و مشابہ ہوتی ہیں اور کبھی کبھی ان میں اس قدر نازک اور بادی النظر میں غیر محسوس فرق ہوتا ہے کہ ان کی صحیح تعریف اور مناسب استعمال میں ممتاز اہل علم سے بھی سہو و فروگذاشت

ممکن ہے، اس طرح کی غلطیوں سے محفوظ رہنے کے لئے اعلیٰ درجہ کی علمی فنی مہارت اور غیر معمولی بصیرت و دیدہ وری ضروری ہے یا کوئی ایسی لغت اور دائرۃ المعارف رہنما ہو سکتا ہے جس کی استنادی حیثیت اور جامعیت پر اتفاق ہو، اسی لئے اسلامی علمی تاریخ کے ہر دور میں ایک ایسی تالیف کی ہمیشہ ضرورت محسوس کی گئی جس میں دنیائے اسلام میں معمول و مروج اکثر علوم و فنون کی اصطلاحات و تعبیرات کی تعریف و گرہ کشائی کی گئی ہو مگر چونکہ منزل دور اور راستہ سخت دشوار گزار تھا اس لئے بہت کم علماء اس وادی میں سرگرم سفر ہوئے، جو لوگ اس راہ پر نکلے وہ راستے کی صعوبتوں سے ناواقف فاصلوں سے نا آشنا اور مسافتوں سے بے خبر تھے اسی لئے وہ دور تک نہ جا سکے، کسی نے پہلی منزل پر پڑاؤ ڈالا، کوئی دوسری منزل پر ٹھٹکا کسی نے تیسری منزل پر رخت سفر کھولا، غرض اکثر علوم و فنون کا کوہ ہمالہ کسی سے سر نہ ہو سکا، یہ سعادت حسنة من حسنات الاسلام الہندی، (۵۱) قاضی محمد اعلیٰ تھانوی کے حصہ میں آئی، انہوں نے نہایت عزم و حوصلہ کے ساتھ اس وادی غیر ذی زرع میں قدم رکھا اور مسلسل بیس برس تک طویل و جانکاه محنت کی بدولت کامیابی کے ساتھ منزل آشنا ہوئے۔ کشاف اصطلاحات الفنون اسی کاوش کی یادگار اور اس محنت کا صلہ ہے جو آج دنیا بھر میں معروف و مقبول اور اصطلاحات الفنون کے موضوع پر معتمد ترین مرجع ہے۔

کشاف اصطلاحات اپنے عہد تصنیف سے آج تک اپنے موضوع پر سب سے جامع اور منفرد تالیف اور کثرت افادہ کے لحاظ سے سب سے زیادہ معروف و مقبول ماخذ ہے، تقریباً تمام تذکرہ نگاروں اور اہل علم و کمال کا اس پر اتفاق ہے کہ کشاف اصطلاحات الفنون موضوع کی

جامعیت کے لحاظ سے وسعت و ثروت کے لحاظ سے ، علمی گیرائی و گہرائی کے لحاظ سے اور فنی ترتیب کے لحاظ سے اسلامی ذخیرہ کی بے مثل کتاب ہے۔ (۵۲) بلکہ بعض رجال علم کشاف اصطلاحات الفنون کو بارہویں ہجری کا سب سے بڑا علمی کارنامہ قرار دیتے ہیں ، (۵۳) ممکن ہے اس قول کو مبالغہ پر محمول کیا جائے مگر اس میں شک نہیں کہ کشاف نہ صرف اس عہد بلکہ ہندوستان کی اسلامی علمی تاریخ کے ہزار سالہ دور کی اہم اور منتخب ترین تصنیفات میں بلا شک و ریب شمار کی جا سکتی ہے۔ اور کہا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب ابن خلدون کے قول ، ”حملة العلم في الملة الاسلامية اكثرهم العجم“ (۵۴) کی جزوی تصدیق نسبتاً متاخر مگر موثر و ناقابل تردید شہادت ہے۔

سبب تالیف

قاضی محمد اعلیٰ جب اوائل عمر میں ذاتی صلاحیت و استعداد کی اساس پر ، بلا کسی استاذ کی مدد اور رہنمائی کے مختلف علوم کے مطالعہ اور تعلیم و تحصیل کے لئے متوجہ ہوئے ، تو ان کو ایک ایسی کتاب یا لغت کی ضرورت محسوس ہوئی جو مختلف علوم کی اصطلاحات کی رہنما اور کلید ہو ، مگر ایسی کوئی کتاب قاضی صاحب کو دستیاب نہیں ہوئی جو ان کی ضرورت و طلب کو پورا کر سکتی اور اس موضوع سے کماحقہ عہدہ برآ ہوتی ۔ اصطلاحات فنون کے موضوع پر جو کتابیں قاضی صاحب کو میسر آئیں مثلاً علامہ علی بن محمد شریف جرجانی (م ۸۱۶ ھ) کی التعریقات ، ابوالبقاء ایوب بن موسیٰ کفوی (م ۱۰۹۳ ھ) کی الکلیات ، اور مصطلحات طب پر محمد بن یوسف ہروی (م ۹۳۳ ھ) کی الجواهر، اور حکیم محمد اکبر ارزانی (م بعد ۱۱۳۰ ھ) کی حدود الامراض ، اور رموز ونکات، تصوف پر نظام الدین احمد غریب (م ۸۸۸ھ) کی لطائف

اشرفی وہ کسی ایک موضوع کی گرہ کشائی کر سکتی تھیں مگر مختلف مضامین کے مصطلحات سے ان کو کچھ سروکار نہیں تھا۔ اس لئے قاضی صاحب نے ایک ایسی کتاب کی ترتیب کا ارادہ کیا جو ایسی تمام ضرورتوں کو پوری طرح پورا کر سکے اور اس موضوع کی تمام کتابوں سے بڑی حد تک مستغنی کر دے، (یہ روداد خود قاضی صاحب بیان فرماتے ہیں :

”يقول العبد الضعيف ، ان اكثر ما يحتاج به في تحصيل العلوم المدونة والفنون المروجة الى الاساتذة هواشتباه الاصطلاح ، فان لكل علم اصطلاحاً خاصاً به اذا لم يعلم بذلك لا يتيسر للشارع فيه الاهتداء اليه سبيلاً والى انضهامه دليلاً -

فطريق علمه اما الرجوع اليهم او الى الكتب التي جمع فيها اللغات المصطلحه كبحر الجواهر وحدود الامراض في علم الطب واللطائف الاشرفية ونحوه في علم التصوف -

ولم اجد كتاباً حاوياً لاصطلاحات جميع العلوم المتداولة بين الناس وغيرها ، وقد كان يخلج في صدرى اوان التحصيل ان اولف كتاباً وافياً لاصطلاحات جميع العلوم . كافياً للمتعلم من الرجوع الى الاساتذة العالمين بها، كي لا يبقى حينئذ للمتعلم بعد تحصيل العلوم العربية حاجة اليهم ، الا من حيث السند عنهم تبركاً وتطوعاً۔ (۵۵)

کون کہہ سکتا ہے کہ قاضی صاحب اپنے اس مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے؟۔

سنہ تالیف و ترتیب

کشاف اصطلاحات الفنون کی تالیف کا آغاز کس سنہ میں ہوا ، قاضی محمد اعلیٰ کی تحریر میں وضاحت نہیں مگر کتاب کا نام اور کشاف کا نسخہ مؤلف اس سمت میں کسی حد تک رہنمائی کر رہا

ہے قاضی صاحب عموماً اپنی کتابوں کے نام میں سنہ تالیف کا خیال رکھتے ہیں ، خیال ہے کہ کشاف کے ساتھ بھی یہی ہوا ہے ، کشاف اصطلاحات الفنون کے اعداد ۱۱۳۸ ہوتے ہیں ، یہی اعداد نسخہ مؤلف میں کتاب کے نام کے تحت درج ہیں جو اس کی کافی شہادت ہے کہ کشاف اصطلاحات کی تالیف ۱۱۳۸ ھ (۲۶ - ۱۲۵۰ء) میں شروع ہوئی ، اور مولف کی تصریح کے مطابق (۱۱۵۸ ھ) (۱۲۴۵ء) میں مکمل ہوئی ۔ قاضی صاحب لکھتے ہیں :

„ولما حصل الفراغ من تسويدھا سنة الف و مائة وثمانية وخمسين،

جعلته ، موسوماً وملقباً ، بکشاف اصطلاحات الفنون۔“ - (۵۶)

لیکن قاضی صاحب اس کے بعد بھی کشاف اصطلاحات میں حذف و اضافے کرتے رہے ، جو کشاف نسخہ مولف کے صفحہ صفحہ سے ظاہر ہے ۔

تعارف نسخہ مؤلف

کشاف اصطلاحات کا نسخہ مولف ۱۹ - ۳۰ سینٹی میٹر کے چھ سو بتیس اوراق پر مشتمل ہے ، جناب لطفی عبدالبدیع نے اس کی ضخامت ۶۳۷ اوراق بیان کی ہے جو صحیح نہیں ۔ غالباً جناب عبدالبدیع نے کشاف کے اختتام اور اس میں شامل رسالہ تکسیر پر توجہ نہیں فرمائی اس کی وجہ سے یہ غلط فہمی ہوئی ۔ صحیح یہ ہے کہ یہ نسخہ بتمام وکمال چھ سو سینتالیس (۶۳۷) اوراق ، ۱۲۹۳ (بارہ سو چورانوے) صفحات پر مشتمل ہے ۔ ورق نمبر چھ سو بتیس پر کشاف اصطلاحات کا اختتام ہوا ہے ، اس کے بعد شامل پندرہ اوراق رسالہ تکسیر کے ہیں ، ان کا کشاف سے تعلق سمجھنا درست نہیں ۔

کتاب کی ضخامت کی وجہ سے اس کو دو جلدوں میں مجلد کرایا گیا ہے ، پہلی جلد صوم کی بحث میں ،،وعند اهل الحقيقة،، پر ختم ہوئی ہے ، دوسری جلد اس بحث کے آخری کلمات سے انتہائے کتاب تک ہے ، جلد اول تین سو بیس ورق پر مشتمل ہے اور جلد ثانی ۳۲۳ سے ۶۲۷ تک جس میں رسالہ تکسیر بھی شامل ہے۔ پہلی جلد میں اصل کتاب سے پہلے دو ورق تفسیر زاہدی کے جڑے ہوئے ہیں چونکہ ان کا اس کتاب سے کچھ تعلق نہیں اس لئے وہ اس فہرست میں شمار نہیں کئے گئے۔

نسخہ مولف شروع سے آخر تک حذف و ترک اور اضافات و ضمائم سے پُر ہے بعض عبارتیں قلم زد ہیں کہیں ان (عبارات) پر کاغذ چپکا کر نئی عبارت لکھی گئی ہے ، بعض موقعوں پر ان ترمیمات میں بھی رد و بدل ہوا ہے۔ کہیں پر ان عبارات پر صرف ایک قلم پھیر دیا گیا ہے گویا وہ کالعدم ہے۔ کہیں اتنی زحمت بھی نہیں فرمائی گئی بلکہ ناپسند یا متروک عبارت کے شروع آخر میں ہر دو طرف لفظ ،،لا،، لکھ کر اس کو محو خیال فرما لیا گیا ہے۔ یہی حال اضافوں کا ہے کہیں بین السطور میں ہیں کہیں قلم زد عبارت کے اوپر ہیں کبھی حواشی پر ، اکثر حاشیے پر ہیں اور شاید کوئی صفحہ ان ترمیمات و حواشی سے خالی ہو بعض اضافات اس قدر وسیع ہیں کہ جہازی سائز کی اس کتاب کے خاصے وسیع حاشیہ کے تین تین صفحات گھیرے ہوئے ہیں ، بعض حواشی اور بھی زیادہ مفصل ہیں اور مستقل رسالہ کی صورت اختیار کر گئے ہیں ، اول سے آخر تک یہی کیفیت ہے۔

مذکورہ بالا ترمیمات اس کے نسخہ مولف ہونے کی کافی اور ناقابل تردید شہادت ہیں ، اس شہادت کو حضرت مفتی الہی بخش

کی ایک تحریر نے جو اس نسخہ کے صفحہ اول پر ثبت ہے ، نہایت مؤقد اور قول فیصل بنا دیا ہے ، یہ تحریر اوپر گزر گئی ہے مگر ایک بار پھر تازہ کر لیجئے :

یہ کتاب کشاف اصطلاحات	،، این کتاب کشاف اصطلاحات
الفنون جو مصنف قاضی محمد	الفنون مرقوم بخط مصنف قاضی
اعلیٰ کے قلم کی لکھی ہوئی ہے	محمد اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہ
مصنف نے اپنی زندگی میں	فقیر الہی بخش را درحین
ناچیز الہی بخش کو ہبہ کر دی	حیات خود ہبہ نمودند وصیت
تھی اور وصیت فرمائی تھی کہ	کردہ بودند کہ این را مشہور
اس ہبہ کی شہرت کر دینی	باید نمود۔۔۔

مہر (الہی بخش) (۵۷) چاہئے۔

یہاں یہ عرض کر دینا بر محل نہ ہوگا کہ مفتی صاحب کی یہ تحریر جو اس نسخہ کے استناد کی علامت اور بجائے خود ایک یادگار تحریر تھی گزشتہ دنوں غالباً کسی غلط فہمی یا اندیشہ دور و دراز میں مبتلا ہو کر مولانا آزاد لائبریری کے ایک کارکن نے مٹانے کی کوشش کی ، لیکن راقم سطور اور متعدد اصحاب اس سے پہلے کئی مرتبہ یہ عبارت دیکھ چکے تھے اور راقم سطور نے اس کی نقل بھی لے لی تھی اس لئے اس کے متعلق کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں اور اس محو عبارت کے تحت مفتی صاحب کی مہر اب بھی صاف پڑھی جا سکتی ہے۔

کشاف اصطلاحات الفنون ... مولانا آزاد لائبریری میں

قاضی محمد اعلیٰ اور مفتی الہی بخش کے روابط و مراسم کا بار بار تذکرہ آچکا ہے۔ قاضی صاحب کا جو علمی سرمایہ قاضی صاحب کی وصیت کے ذریعہ کاندھلہ منتقل ہوا اس کا درجہ بہا اور

لعل شب چراغ کشف اصطلاحات الفنون کا نسخہ مؤلف تھا جو مفتی الہی بخش کی تحویل سے گزرتا ہوا ان کے فرزند اکبر مولانا ابوالحسن کی (۵۸) ملکیت میں آیا ، یہیں سے اسپرنگر کے مطالعہ کے لئے گیا اور واپس ہوا ، مولانا کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت مولانا نورالحسن کاندھلوی (۵۹) جو علم و فضل میں اپنے والد بزرگ سے فائق اور مخطوطات و کتب کی قدر شناسی میں فخر اقران تھے اس نسخہ کے مالک قرار پائے ، ان تینوں بزرگوں کی تحریرات یا افادات اس نسخہ پر ثبت ہیں ۔

غالباً مولانا نورالحسن کے عہد میں یا ان کے بعد یہ نسخہ علی گڑھ منتقل ہوا ، اس منتقلی کی وجہ اور تفصیلات دریافت نہیں مگر مولانا نور الحسن سے سرسید کے قریبی تعلقات اور خانوادہ مولانا نورالحسن کے اخلاف سرسید کے گھریلو گھرے مراسم کی وجہ سے اور معاملات کے علاوہ کتابوں کے مطالعہ اور تبادلہ کی بھی نہایت سرگرم روایت تھی ، خصوصاً مولانا کے ذخیرہ سے وقتاً فوقتاً علی گڑھ کتابیں جانے کا سلسلہ رہتا تھا ، (۶۰) اسی ضمن میں کسی وقت کشف کا یہ نسخہ بھی علی گڑھ گیا ہوگا ، ممکن ہے مولانا کے اخلاف نے جسٹس سید محمود یا کالج لائبریری کو ہدیہ کر دی ہو ، بہر حال اب یہ نسخہ گرانمایہ مولانا آزاد لائبریری ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں محفوظ ہے ۔

مؤلف کے قلم سے کشف کی اور نقول کی ایک اطلاع کشف اصطلاحات الفنون کی اشاعت کے سب سے پہلے اور اہم ترین محرک ڈاکٹر اسپرنگر (Aloys Sprenger) کی ایک تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی محمد اعلیٰ نے کشف اصطلاحات کی تین یا چار نقلیں اپنے قلم سے تیار کی تھیں ، ان نقول کی مدد سے بہت سے

نسخہ تیار ہوئے جو ہندوستان بھر میں بکھرے پڑے ہیں ، لکھنؤ سے
مخطوطات کے متعلق اپنی پہلی رپورٹ میں لکھتا ہے کہ :

”فنی اصطلاحات سے متعلق اہم ترین ماخذ کشف
اصطلاحات الفنون ہے ، جس کو تیس یا چالیس سال پیشتر
سہارنپور کے ایک مولوی نے مرتب کیا تھا ، اس کی ضخامت
قاموس کے برابر ہے ، اگرچہ تشریح زیادہ تر فارسی میں ہے لیکن
قانون اور منطق کی اصطلاحات کی وضاحت عربی کے حوالہ
سے کی گئی ہے اور ان کو اصل متن میں شامل کر دیا گیا ہے۔
مرتب نے اس کو اپنے ہاتھ سے تین یا چار مرتبہ نقل کیا ہے اور
ان نقول سے بہت سے نسخے تیار کئے گئے ہیں جو ہندوستان
میں بکھرے پڑے ہیں “ (۶۱)

عجب اتفاق ہے کہ اس تحریر میں درج اسپرنگر کی تینوں اطلاعات
غلط ہیں ، اس رپورٹ کی کتابت کے وقت ۶ جون (۱۸۴۸ء) (رجب
۱۲۶۴ھ) کو کشف اصطلاحات کی تصنیف پر تقریباً ایک صدی
(۹۳ سال) گزر چکے تھے ، تشریحات زیادہ تر فارسی میں نہیں عربی
میں ہیں ، کمتر فارسی میں ہیں۔ اسی طرح مؤلف کے قلم سے اس
کی تین چار نقلوں کی روایت بھی درست نہیں۔ اگرچہ اطلاع درست
تھی تو اسپرنگر اس نواح کے ممتاز علماء سے قریبی روابط اور
مخطوطات و کتب کے لئے اپنے دوستوں کی انتھک کوششوں کے باوجود
(جس کا دہلی اور اس کے اطراف و نواح میں ایک وسیع جال بچھا
ہوا تھا) (۶۲) کشف کے مزید نسخوں کی تلاش و دریافت میں کیوں
ناکام رہا۔ ؟ ظاہر ہے کہ کشف کے نسخوں کی جستجو میں اسپرنگر
نے اپنے تمام وسائل خرچ کر دیئے ہوں گے مگر اسپرنگر کو اس کا
کوئی اور نسخہ دستیاب نہیں ہوا اور اس کو مجبوراً اسی ایک

نسخہ کی نقل پر اکتفا کرنا پڑا ، جو مؤلف کے قلم سے تھا اور مولانا ابوالحسن کے ذخیرہ سے حاصل ہوا تھا ۔

اگرچہ اسپرنگر کشاف اصطلاحات کے تمہیدی کلمات میں ایک اور نسخہ کا بھی ذکر کرتا ہے جو اس کو مصنف کے پوتے ؟ سے حاصل ہوا تھا ، اور مصنف کے قلم سے تھا مگر راقم سطور کے خیال میں یہاں بھی اسپرنگر سے سہو ہوا ، وہ اس نسخہ کو جو کاندھلہ سے مولانا مملوک العلّی نانوتوی کے ذریعہ حاصل ہوا تھا (تفصیلات آ رہی ہیں) یہ سمجھا کہ یہ نسخہ تھانہ بھون سے قاضی محمد اعلیٰ کے اخلاف سے حاصل ہوا ہے ، حالانکہ اگر اسپرنگر کو مولانا ابوالحسن والے نسخہ کے علاوہ کشاف کا کوئی اور نسخہ حاصل ہوا ہوتا تو کشاف اصطلاحات الفنون کی نقل و کتابت سے وابستہ اسپرنگر کے احباب اور رفقاء کے خطوط میں اس کا کچھ تذکرہ ضرور ہوتا ۔ مگر اسپرنگر کے نام مراسلت کا وسیع ذخیرہ ، معاصر مآخذ و تذکرے اور متاخر تحریرات بھی قاضی محمد اعلیٰ کے مکتوبہ منحصر بہ فرد نسخہ کے علاوہ قاضی صاحب کے قلم سے کشاف کے کسی اور نسخہ یا اس کی نقل کے ذکر و تعارف سے یکسر خالی ہیں ، اسپرنگر کے نام خطوط میں مذکورہ بالا نسخہ مؤلف کے علاوہ صرف اس نقل کا حوالہ ملتا ہے جو مولوی کریم الدین پانی پتی نے اسپرنگر کے حسب ہدایت تیار کی تھی ۔

بعد میں اسپرنگر کو اس روایت کی کمزوری کا احساس ہو گیا تھا ، غالباً یہی وجہ ہے کہ جب اسپرنگر نے ایشیائک سوسائٹی جرنل کی ایک اشاعت (شمارہ ۱۸۵۲ء) میں کشاف اصطلاحات الفنون پر تبصرہ کیا تو اس میں صرف تین نسخوں کا تذکرہ کیا (۶۳) ، اور اپنی سابق اطلاع ، مؤلف کے قلم سے متعدد نقول اور ہندوستان میں بکھرے

ہوئے نسخوں، کا کچھ اشارہ و حوالہ نہیں دیا۔ سوسائٹی جرنل میں شائع تحریر اس موضوع پر اسپرنگر کی آخری معلومات تھیں، اس موضوع پر اسپرنگر کی تحریر و معلومات میں بعد میں کچھ اضافہ نہیں ہوا کہ کیونکہ اس نے تمہید کشاف میں بھی تقریباً یہی باتیں دہرائی ہیں جن کا وہ مذکورہ تبصرہ میں ذکر کر چکا تھا۔

کشاف اصطلاحات - مخطوطہ خدا بخش پٹنہ

کشاف اصطلاحات نسخہ مؤلف کے علاوہ ایک خطی نسخہ جس پر کاتب کا نام درج نہیں خدا بخش لائبریری - پٹنہ میں محفوظ ہے، یہ نسخہ جمادی الاخریٰ ۱۲۲۸ ھ (جون ۱۸۱۳ء) کا مکتوبہ اور سات سو اڑتیس (۲۳۰) اوراق پر مشتمل ہے۔ ترقیمہ کاتب درج ذیل ہے:

،، قد وقع الفراغ من تحرير هذا الكتاب المسمى بكشاف اللغات (کذا) اصطلاحات الفنون من تاريخ عشر جمادى الثانى - يوم پنجشنبه - وقت الفجر - ۱۲۲۸ هجرى من النبى صلى الله عليه وسلم - مطابق < - اکبر بادشاہ غازی - > (۶۳)

اسپرنگر کو نسخہ مؤلف کی اطلاع اور اس کی دید و دریافت اسپرنگر (Aloys Sprenger) بڑا ذی علم اور کتاب دوست شخص تھا۔ اس کو ہر وقت مخطوطات و نوادر کی جستجو رہتی تھی، جب وہ دلی کالج کے پرنسپل کی حیثیت سے دلی میں (۳۸ - ۱۸۴۳ء) مقیم تھا تو اس کے اس ذوق کی خاص آبیاری ہوئی، اپنے ذوق و مزاج اور دلی کالج کا پرنسپل ہونے کی وجہ سے اس کو دلی کے علمی حلقوں سے تعارف و ارتباط کا موقع ملا، اور کالج کے باکمال اساتذہ کی وجہ سے اس کی اس نواح کے علمی ذخیروں تک رسائی ہوئی اور بیش بہا علمی فوائد حاصل ہوئے۔

ان علماء میں جو اسپرنگر سے قریب تھے دلی کالج کے عربی کے نامور مدرس مولانا مملوک العلی نانوتوی (۶۵) بھی شامل تھے ، مولانا سے ہمہ وقت علمی مذاکرات اور مخطوطات و نوادر کا چرچا و تذکرہ رہتا ہوگا ، ایسی کسی ملاقات کے دوران مولانا نے اسپرنگر سے کشاف اصطلاحات الفنون کا ذکر کیا اور غالباً اس کی علمی فنی اہمیت پر کچھ روشنی ڈالی ہو گی ، اسپرنگر جو علوم مشرقیہ خصوصاً اسلامیات کے ذخیرہ پر نگاہ رکھتا تھا اس موضوع کی غیر معمولی اہمیت اور اس پر دریافت معدودے چند تصنیفات سے ناواقف نہ ہو گا ۔ اس لئے یہ خبر سنتے ہی اس کتاب کو دیکھنے کے لئے برقرار ہو گیا ، اسپرنگر کا اصرار تھا کہ مولانا یہ کتاب فوراً لاکر اسپرنگر کو دکھائیں ۔ مولانا کا خیال تھا کہ جب وہ دلی سے وطن جائیں گے تو مولانا ابوالحسن کاندھلوی سے جن کے یہاں وہ یہ کتاب دیکھ کر گئے تھے ، کتاب لے کر آئیں گے مگر جب مولانا نے اپنے اس ارادہ سے اسپرنگر کو مطلع کیا اور لکھا کہ :

”کتاب اصطلاحات مصنف کے ہاتھ کی ، جس کا ذکر میں نے حضور میں کیا تھا نام اسکا کشاف اصطلاحات الفنون ہے ۔ احقر کے گمان میں مقدار اس کی قاموس سے کم نہیں ، اور وہ کتاب وطن میں بعض دوستوں کے پاس ہے ، اگر خدا چاہے ، اب کی بار امتحان کے بعد جو وطن کو جاؤں گا ، اس کتاب کو مالک سے مستعار لے کر اپنے ہمراہ لاؤں گا ۔ بعد ملاحظہ کے صاحب کو نقل اس کی لکھوانے کا اختیار ہے واجب تھا عرض کیا ۔

فقط

مملوک العلی مدرس اول مدرسہ دہلی ” (۶۶)

۱۲ - نومبر ۱۸۳۶ء (۲۲ - ذی قعدہ ۱۲۶۲ھ)

تو وطن کے لئے مولانا کے متوقع سفر میں ابھی کچھ دیر تھی اور اسپرنگر پر اس نسخہ کے مطالعہ و استفادہ کا اس قدر شوق غالب تھا کہ وہ مولانا کے سفر نانوتہ تک بھی صبر انتظار نہ کرسکا، اور اس نے مولانا کو مجبور کیا کہ وہ اس سفر سے پہلے ہی کتاب منگوا کر اسپرنگر کو دکھائیں، چنانچہ مولانا مملوک العلّیٰ نے علی بخش نامی (۶ الف) ایک قاصد کے ذریعہ سے کاندھلہ سے منگوایا اور اسپرنگر کو مطالعہ کے لئے دیا۔ مولانا ابوالحسن نے ۲ صفر ۱۲۶۳ھ (۲۰ جنوری ۱۸۴۷ء) کو یہ نسخہ روانہ کیا، مولانا کی بیاض میں یادداشت تحریر ہے:

„کشاف الاصطلاحات، بدست علی بخش حسب الطلب مولوی مملوک العلّیٰ شاہجہاں آباد فرستادہ شد ۲ - صفر ۱۲۶۳ھ، (۶ ب)

ایک غلط فہمی کی تصحیح

مولانا مملوک العلّیٰ کے مذکورہ بالا خط میں درج الفاظ „وہ کتاب وطن میں بعض دوستوں کے پاس ہے، اب کی بار جو وطن کو... الخ“ سے اسپرنگر اور جناب محمد اکرام صاحب چغتائی کو خیال گزرا ہے کہ یہ نسخہ مولانا کے وطن نانوتہ میں کسی شخص کے پاس تھا (۶۸) مگر یہ خیال صحیح نہیں، مولانا یہ نسخہ کاندھلہ میں دیکھ کر گئے تھے جیسا کہ محولہ بالا عبارت اور گزشتہ سطور میں درج تفصیلات سے معلوم ہو چکا ہے، دراصل مولانا نے وطن کا حوالہ اس لئے لکھا کہ کاندھلہ نانوتہ اور دہلی کے راستہ میں آتا ہے اور مولانا مملوک العلّیٰ کا ہمیشہ یہ معمول رہا کہ وہ دلی سے نانوتہ آتے جاتے کاندھلہ ضرور ٹھہرتے، مولانا کے صاحبزادہ مولانا محمد یعقوب نانوتوی کی اطلاع ہے کہ :-

،،والد مرحوم جب وطن جاتے کاندھلہ ہو کر جاتے ، جب وطن سے
ہٹتے کاندھلہ ٹھہر کر دہلی روانہ ہوتے ۔“ - (۶۹)

بہر حال مولانا مملوک العلّی نے یہ نسخہ اسپرنگر کو دکھایا ،
اسپرنگر مخطوطات کا رمز آشنا اور کتابوں کا پارکھ تھا اس لئے اس
کی قدر و قیمت کا اندازہ کرنے میں اس کو دیر نہیں ہوئی ، اسپرنگر
نے اس کی نقل کا سروسامان کیا اور اس کی طباعت کے منصوبے
بنانے لگا ۔ نقل کے لئے اسپرنگر نے اپنے رفیق کار اور معاون مولوی
کریم الدین پانی پتی سے درخواست کی ، پانی پتی اسپرنگر کے حسب
ہدایت اس کام میں مشغول ہو گئے ، یہ نقل مکمل نہیں ہوئی تھی کہ
اسپرنگر کو شاہاں اودھ کے کتبہ خانہ کی فہرست مرتب کرنے کے لئے
لکھنؤ بھیج دیا گیا ، اسپرنگر مارچ ۱۸۴۸ء (۱۲۶۳ھ) میں لکھنؤ
پہنچا اور مخطوطات اودھ کی فہرست سازی میں مصروف ہو گیا ،
اور یہ کام مکمل کر کے جنوری ۱۸۵۰ء میں لکھنؤ سے کلکتہ کے لئے
روانہ ہو گیا ، کلکتہ کے لئے روانگی کے وقت تک کشف کی یہ نقل
اسپرنگر کو نہیں ملی تھی ، (۷۰) جب جنوری ۱۸۵۰ء میں مولانا
سدید الدین دہلوی ، مدرسہ عالیہ کلکتہ کے مدرس مقرر ہو کر کلکتہ
آئے (اس وقت اسپرنگر بھی کلکتہ پہنچ گیا تھا) ان کے ذریعہ یہ
نقل اسپرنگر کو ملی - (۷۱) گویا یہ نقل تقریباً ڈھائی سال کی محنت
کے بعد ۱۸۴۹ء (۱۲۶۶ھ) کی آخری شش ماہی میں کسی وقت
مکمل ہوئی ، اور کئی مہینہ کے بعد جنوری ۱۸۵۰ء میں اسپرنگر کو
ملی اور اس کی اشاعت کا خیال آگے بڑھا ۔

تصحیح و تحقیق اور ترتیب اشاعت

اسپرنگر نے مولوی کریم الدین کی تیار کی ہوئی نقل ملتے ہی
کشف اصطلاحات کی طباعت و اشاعت کا ارادہ کر لیا ، اور اس نے

ایشیائک سوسائٹی کلکتہ کے ذمہ داروں کو اس کے لئے آمادہ کر لیا کہ وہ کشاف کے منصوبہ طباعت کو اپنے سلسلہ مطبوعات (Bibliotheca Indica) میں شامل کرلیں۔ (۲) اس منصوبہ کی منظوری کے بعد کشاف کی تصحیح و تعلیق کا کام شروع ہوا، اسپرنگر اس کام کو غالباً خود کرنا چاہتا ہوگا مگر مختلف علمی تحریری منصوبہ بیک وقت زیر عمل ہونے کی وجہ سے وہ اسپر پوری توجہ نہیں کر سکا، اور اس نے کشاف اصطلاحات کی تصحیح و تحقیق کے لئے مولوی محمد وجیہ، صدر مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ کا انتخاب کیا (۳) اور ان کی معاونت کے لئے مولوی عبدالحق (۴) اور مولوی غلام قادر (۵) نامزد کئے گئے اور خود اسپرنگر ان کی نگرانی و سرپرستی کرتا رہا، لیکن یہ منصوبہ ابھی ناتمام تھا کہ اسپرنگر مشرق وسطیٰ کے دورہ پر نکل گیا اور اس سفر سے واپسی کے بعد جلد ہی ۱۸۵۶ء میں اپنے وطن جرمنی واپس چلا گیا، پھر اس کی ہندوستان واپسی نہیں ہوئی، اس لئے ولیم ناسولیس (۶) (William Nassaulees) اس کا نگران اعلیٰ مقرر ہوا۔ جلد ثانی کا اکثر حصہ خصوصاً آخری سات قسطیں اسی کی زیر نگرانی مرتب اور شائع ہوئیں۔

کشاف اصطلاحات کی پہلی قسط کب شائع ہوئی یقینی طور پر راقم سطور کو معلوم نہیں مگر قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی قسط اواخر ۱۸۵۲ء یا اوائل ۱۸۵۳ء میں نکلی ہو گی۔ (۷) بعض تذکرہ نگاروں نے کشاف اصطلاحات کا ابتدائی سنہ طباعت ۱۸۴۸ء نقل کیا ہے، (۸) مگر یہ روایت شایان توجہ نہیں کیونکہ ۱۸۴۶ء تک اسپرنگر کشاف کے وجود سے بھی غالباً برے خبر تھا، اوائل ۱۸۴۷ء میں کشاف اصطلاحات کا پہلا نسخہ اس کی نظر سے گزرا، اسپرنگر کی ہدایت پر اس کی نقل شروع ہوئی جو وسط ۱۸۴۹ء تک مکمل ہوئی، اس

کے بعد تصحیح و اشاعت کا عمل شروع ہوا ، یہ تفصیلات بتا رہی ہیں کہ ۱۸۲۸ء میں کشاف اصطلاحات الفنون کی طباعت کا آغاز ممکن اور قرین قیاس نہیں۔

ایشیائیک سوسائٹی نے اسپرنگر سے طے معاملہ کے مطابق کشاف اصطلاحات الفنون کو اپنے اشاعتی منصوبہ (Bibliotheca Indica) کی اور مطبوعات کی طرح اجزاء کی صورت میں قسط وار شائع کیا ، پوری کتاب سترہ جز یا قسطوں میں مکمل ہوئی ، جس کو دو جلدوں پر تقسیم کیا گیا ، ناشرین کی ترتیب کے مطابق جلد اول گیارہ جز اور نو سو چالیس صفحات پر ، اور جلد ثانی سات جز اور چھ سو چونسٹھ صفحات پر منقسم ہے ، مگر کشاف اصطلاحات کی اس پہلی اشاعت کے جس قدر نسخے بھی راقم سطور کی نظر سے گزرے ان سب میں جلد اول کا آخری گیارہواں جز دوسری جلد کے ساتھ مجلد پایا ، معلوم نہیں ایسا کیوں ہوا ، کیا خود ناشرین نے کتاب مکمل ہونے کے بعد مشترکہ جلد سازی کے وقت یہ صورت اختیار کی یا کوئی اور وجہ ہے۔ بہر حال موجودہ ترتیب یہی ہے۔

ناشرین نے اجزاء کی صحیح تقسیم و تفہیم کے لئے صفحات کے زیریں حواشی میں اجزاء کے الگ الگ نمبر اور اشارات درج کئے ہیں ، سوسائٹی کے سلسلہ مطبوعات میں جلد اول کے اجزاء کی ترتیب یہ ہے ۵۸-۶۵-۸۲-۹۵-۱۰۰-۱۰۸-۱۰۹-۱۱۸- اور ۱۲۹ : دوسری جلد کے سیریل نمبر مجھے دستیاب نہیں، صرف یہ معلوم ہے کہ آخری یعنی سترویں جز کا نمبر اشاعت ۱۸۲ ہے۔ یہ آخری قسط ۴ محرم الحرام ۱۲۴۸ (۱۳ - جولائی ۱۸۶۱ء) کو شائع ہوئی (۹) مگر تعجب ہے کہ تمام تذکرہ نگار اس کا سنہ اشاعت

۱۸۶۲ء لکھتے ہیں، اس غلط فہمی کی اساس ٹائٹل کا غالباً وہ اندراج ہے جس پر سنہ اشاعت ۱۸۶۲ درج ہے۔

طبع اول کلکتہ کی بعض فروگزاشتیں اور سقطات

ہر چند کہ کشاف اصطلاحات الفنون کی دریافت اور تصحیح و طباعت ایک اہم علمی خدمت نیز اسپرنگر اور اس کے رفقاء کا ایک یادگار بڑا علمی کارنامہ ہے، مگر افسوس اس مطبوعہ نسخہ کو مطابق اصل یا نسخہ مؤلف کی نقل تسلیم کرنا ممکن نہیں، کیونکہ مرتبین (Editors) اور مصححین نے پوری کتاب میں کثرت سے اضافے اصلاحات و ترمیمات کی ہیں، جس میں بعض ایسی ہیں کہ ان کی وجہ سے کتاب کی استنادی حیثیت اور قاضی محمد اعلیٰ کی طرف اس کا بتمام و کمال انتساب متاثر ہوا ہے۔ اگرچہ راقم سطور کو نسخہ مؤلف اور طباعت کلکتہ کے تفصیل تقابلی مطالعہ کا موقع نہیں ملا اور حقیقت یہ ہے کہ یہ کم سواد و برے بضاعت اس کا اہل نہیں، تاہم یہ اندازہ ضرور ہوا کہ مصنف کے ساتھ سخت ناانصافی اور خاصی زیادتی کی گئی ہے۔ مصنف کی برے شمار عبارتیں، نادر تحقیقات مفصل ضمائیں اور توضیحات نظر انداز کی گئی ہیں نیز مصنف کی قلم زد بعض عبارتیں جن کو مصنف نے صراحتاً یا اپنے خاص اشارات کے ذریعہ ترک کر دیا تھا متن کتاب میں شامل ہیں، کہیں کہیں ان عبارتوں میں ترمیم و تغیر بھی ہوا ہے۔

بڑے سے بڑے عالم اور مصنف سے سہو و فروگذاشت ممکن ہے، ایسی بعض فروگذاشتیں قاضی محمد اعلیٰ سے بھی ہوئی ہونگی مگر ان فروگذاشتوں کی تصحیح یا ان پر اضافے کے لئے متن کتاب میں ترمیم و تنسیخ اصول تحقیق کے خلاف اور ایک نامناسب طرز عمل ہے مگر اسکا ذرا خیال نہیں کیا گیا، اگرچہ مقدمہ کتاب میں مرتبین (Editors)

کی وضاحت درج ہے کہ وہ سب عبارتیں جو قوسین (Brackets) میں ہیں یا ان کے سر آغاز پر جمع کی علامت ہے وہ ہماری تحریر اور نسخہ مؤلف پر اضافہ ہے ، لیکن ناچیز خیال ہے کہ یہ وضاحت کسی طور اس نقصان (یا تحریف) کی تلافی نہیں کر سکتی جو ان اضافات کے ذریعہ نسخہ مؤلف کو پہنچایا گیا ہے ، ایک اور گزارش جو ممکن ہے اپنی حدود سے تجاوز شمار ہو مگر بر محل نہیں یہ ہے کہ مرتبین کرام کے بعض مآخذ ثانوی درجہ کے یا اس قدر متنازعہ اور کمزور ہیں کہ اگر ان کے متعلق قاضی محمد اعلیٰ کی رائے حاصل کرنی ممکن ہوتی تو وہ شاید ان کتابوں کا مطالعہ بھی ضروری نہ خیال فرماتے کجا اخذ و استناد! مثلاً نضحة الیمن احمد بن محمد یمنی شروانی (م ۱۲۵۶ھ ؟) اور بعض متأخر تالیفات !

نسخہ مؤلف کی عبارتیں حذف و ترک کرنے اور ان میں ترمیم و اضافہ کی روداد ایک طویل و مستقل داستان ہے موجودہ صفحات اس کامل نہیں تاہم چند حوالے درج ذیل ہیں :

الف : باب الرأ فصل الدال میں الارادہ کے تحت مؤلف نے ایک افادہ نقل کیا ہے اور لکھا ہے ،، کذا فی حاشیة جدی علی البیضاوی (نسخہ مؤلف ، ورق ۲۲۳ ب) مگر مطبوعہ نسخہ میں یہ عبارت درج نہیں -

ب : باب السین ، فصل الرأ میں السیر کے تحت لکھتے ہیں ،، فی حاشیة جدی علی البیضاوی فی سورة الفاتحه ، اعلم ان المحققین قالوا ،، ... الخ (ورق ۲۵۹ ب) مگر مطبوعہ میں اس کا بھی تذکرہ نہیں -

ج : باب الطاء فصل الباء میں المطلوب کی بحث میں مؤلف نے هل العالم حادث انتہی ، کے ایک مفصل اضافہ کیا ہے جو کشاف کے

حاشیہ کی تینوں سمت گھیرے ہوئے ، اور اس کی ابتداء ان کلمات سے ہوتی ہے : ،،بدانکہ اہل رمل لی گویند بعضے اشکال طالب اند ... الخ ،،مگر مطبوعہ میں اس کا حوالہ و نشان بھی نہیں ۔

د : باب الطاء فصل العین میں طلوع کے تحت بھی ایسا ہی مفصل اضافہ درج ہے (ورق ۳۵۰ - الف) مگر یہ اضافہ بھی نسخہ کلکتہ میں شامل نہیں ،

مصنف نے بعض اصطلاحات کی تعریف و تحقیق کے بعد مزید وضاحت و تفہیم کے لئے کچھ نقشے بھی شامل کئے ہیں اور بعض موقعوں پر ایسے نقشوں کے لئے بیاض چھوٹی ہوئی ہے ، نقشے درج نہیں مثلاً باب الفاء فصل الکاف میں الفلک کے تحت ، نیز اقلیدس کے بعض زاویوں کی تحقیق کے موقع پر بھی ایسی بیاضیں موجود ہیں ، دیکھنے دائرہ (ورق ۱۸۹ - الف) مگر کلکتہ وقاہرہ کے نسخوں کے مرتبین ان موقعوں سے خاموش گزر گئے ہیں ، نہ اس ترک و بیاض کا ذکر کیا نہ مآخذ سے اس کی تکمیل کی ، یہ بھی ہوا ہے کہ مصنف نے نقشے درج کئے ہیں مگر مطبوعہ نسخے ان کے تذکرہ سے خالی ہیں ۔

نسخہ مصنف کے مطالعہ و تفہیم کا ایک پہلو ان اصطلاحات و اشارات کا جائزہ ہے جو قاضی محمد اعلیٰ مختلف موقعوں پر استعمال کرتے ہیں ، بعض حروف و اصطلاحات پر خاص نشانات ہیں ، کہیں سرخ روشنائی سے ۔ کا نشان بنا کر خط لکھا ہے ، بعض حروف پر عط درج ہے (رک : ورق ۵۱۶ - وما بعد کہیں کچھ اور علامت تحریر ہے ، اسی طرح متن کتاب اور حاشیہ پر گنجائش ہونے کے باوجود مصنف نے بعض اضافے الگ کاغذ پر لکھ کر چسپاں کئے ہیں اور حذف و تبدیلی میں بھی مختلف طریقے استعمال کرتے ہیں کسی عبارت کو خوب اچھی طرح محو کیا گیا ہے ، کسی پر صرف ایک قلم

پھیرنا کافی سمجھا ہے ، کبھی اس کی بھی زحمت نہیں کی بلکہ قابل ترک عبارت کی شروع آخر میں لفظ ”لا“ لکھ کر اس کو خارج خیال فرما لیا ہے ، اور بھی علامات و اشارات مختلف موقعوں پر آئے ہیں ، اگر ان سب کا گہرائی سے جائزہ لیا جاتا تو ممکن تھا کہ مصنف کے طرز فکر اور علم و بصیرت کے کچھ اور پہلو اجاگر ہوتے ، اور ان کے علمی ذہنی سفر کی تبدیلی و ترقی کا بہتر جائزہ لیا جا سکتا مگر دونوں اشاعتوں میں اس کو نظر انداز کیا گیا ہے ، اس سلسلہ میں نسخہ قاہرہ کے مرتبین کی نسبت زیادہ کوتاہی معلوم ہوتی ہے کیونکہ ان کو نسخہ مؤلف (Microfilm) سے استفادہ کے مواقع اور سہولت حاصل تھی اور یہ اہل فضل و کمال تحقیق و ترتیب کے نئے رجحانات سے خوب واقف اور اس کے بہتر سے بہتر استعمال کے اہل تھے مگر افسوس ہے کہ ان مواقع اور صلاحیتوں سے مناسب فائدہ اٹھایا نہیں گیا ۔ لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا !!

ہر چند کہ ان فروگذاشتوں سے صرف نظر ممکن نہیں مگر ناانصافی ہو گی اگر اسپرنگر اور ان کے رفقاء کی اس علمی خدمت کے لئے تشکر و امتنان پیش نہ کیا جائے ، اگر اس وقت مولانا مملوک العلّی اسپرنگر سے اس کا ذکر نہ کرتے اور اسپرنگر اس کی اشاعت و طباعت کے لئے سرگرم نہ ہو جاتا تو ممکن تھا کہ یہ گوہر گرانمایہ ایک عرصہ تک دنیا کی نگاہوں سے مستور رہتا اور کبھی اس کی اشاعت کا موقع بھی آتا یا نہ آتا ۔ اب ضرورت ہے کہ نسخہ مؤلف اور نسخہ مخزونہ خدا بخش کو اساس بنا کر کشاف اصطلاحات کا ایک محقق نسخہ مرتب کیا جائے ، جس میں اشاعت کلکتہ اور متعلقہ مآخذ سے بھی مناسب و بھرپور استفادہ ہو اور بعد میں اس نسخہ پر بلا تأمل اعتماد کیا جا سکے ۔

متاخر اشاعتیں

اگرچہ اشاعت کلکتہ شایان شان اشاعت نہیں تھی مگر کشف اصطلاحات کی غیر معمولی افادیت کی وجہ سے اسی نسخہ کو بنیاد بنا کر دنیا بھر کے مختلف اداروں نے یہ کتاب شائع کی ، ہماری معلومات کے مطابق استنبول، بیروت، تہران ، قاہرہ اور لاہور سے اس کے مختلف ایڈیشن شائع ہوئے ہیں ، ان کے بعض کوائف نذر قارئین ہیں :

۱۔ استنبول : ۱۳۱۰ھ

کشف اصطلاحات الفنون کا دوسرا ایڈیشن جو اشاعت کلکتہ پر مبنی تھا جناب احمد جودت ، مدیر اقدام ، استنبول کے زیر اہتمام ۱۳۱۰ھ میں شائع ہوا ، اس اشاعت میں طباعت کلکتہ کی جلد اول تین حصوں میں چھپی ہے ، جو آخر باب الصاد تک ہے۔ یہی کل اشاعت ہے ، جلد ثانی یا آخری تین حصوں کی اشاعت کا موقع نہیں آیا۔

۲۔ قاہرہ << ۱۹۶۳ء

کشف کا ایک اور ایڈیشن خاصی شہرت و اعلان کے بعد المؤسسة المصریہ للثقافت والنشر ، قاہرہ سے ۱۹۶۳ء میں نکلتا شروع ہوا۔ اس نسخہ کی ترتیب و تصحیح کے لئے بظاہر خاصا اہتمام کیا گیا تھا۔ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ سے نسخہ مؤلف کا مائکروفلم حاصل کیا اور نسخہ مؤلف سے مراجعت و تصحیح فارسی عبارتوں کے عربی ترجمہ ، نیز مصنف کے اصل مآخذ سے مقابلہ و تحقیق کے لئے نامور فضلاء کی ایک تین رکنی کمیٹی نامزد کی گئی جس میں ڈاکٹر لطفی عبدالبدیع ، ڈاکٹر عبدالنعیم محمد حسنین ، اور استاذ امین اطولی شامل تھے۔ اول الذکر نے مراجعت و تحقیق کی،

ڈاکٹر عبدالنعیم نے فارسی عبارتوں کا ترجمہ کیا اور موخر الذکر نے نگرانی و سرپرستی سے نوازا۔ ان نامور شخصیتوں کی وجہ سے قریں قیاس تھا کہ یہ نسخہ تمام لوازم تحقیق سے آراستہ اور نسخہ مؤلف کی من و عن نقل ہوتا اور جناب عبدالبدیع کے اس قول کی تصدیق کر سکتا کہ :

،،اما نحن فقد جعلنا نسخة المؤلف الاصل الذي اعتمدنا عليه مع مقابلة بما في الطبعتين المذكورتين واثبتنا ما فيها من زيادات نبهنا عليها في مواضعها وحرصنا على الرجوع ما امكن الى مصادر المصنف واثبتنا في ذيل الصفحات مواضع النقول في مظانها ليرجع اليها من شاء ، وقد كلفنا ذالك مشقة ادى اليها خلو اكثر الكتب من الفهارس التي تعين على الاهتداء الى المراد .

ثم التزمنا تعريف العبارات الواردة باللغة الفارسية واثبتنا الترجمة العربية في صلب الكتاب بين حاصرتين ، وجعلنا الاصل الفارسي المقابل لها في ذيل الصفحات ، وقد تولى ذالك زميلنا الدكتور عبدالنعيم حسنين -

وقد بذل استاذنا امين الخولى غاية الجهد في مراجعة الكتاب - وكان لنظيره السيد اثير كبير في حل كثير من المشكلات المستعصية - (۸۰ الف)

مگر اس نسخہ سے استفادہ کرنے والوں کو مذکورہ اطلاع کی تصدیق میں تأمل ہے۔ اس اشاعت سے وہ توقعات یقیناً پوری نہیں ہوئیں جن کا محولہ بالا تحریر میں ذکر ہے ، یہ نسخہ بڑی حد تک اشاعت کلکتہ کی نقل ہے ، غلطیاں مستزاد ہیں -

نسخہ مؤلف کی جو عبارات کلکتہ ایڈیشن میں ترک کر دی گئی تھیں وہ اس میں بھی متروک ہیں ، کسی ایک موقع پر بھی اصل نسخہ اور طباعت کلکتہ کے اختلافات کا نمایاں ذکر نہیں ۔ فارسی عبارات کا عربی ترجمہ بے شک کیا گیا ہے مگر اس میں بھی احتیاط ملحوظ نہیں رہی ، متعدد موقعوں پر ترجمے مکرر ہیں ، کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ فارسی اصل جس کو اس نسخہ کی ترتیب کے لحاظ سے حاشیہ میں اور اس کا ترجمہ متن میں شامل ہونا چاہئیے تھا ، متن اور حاشیہ دونوں میں نقل کر دیا گیا ہے ، بعض موقعوں پر ترجمے مکرر ہیں ، بعض کے ترجمے نہیں ہوئے ایسا بھی ہوا ہے کہ متن اور حاشیہ دونوں جگہ ترجمہ درج ہے اصل غائب ہے ۔

مؤلف کے مآخذ میں سے معدودے چند کتابیں ایسی ہیں جن سے مراجعت و استفادہ کیا گیا ہے ، اکثر مآخذ جو یقیناً فاضل محققین کی دسترس میں تھے مگر ان سے رجوع نہیں ہوا ۔ ایک اور بڑی فروگزاشت یہ ہے کہ نسخہ کلکتہ کے مرتبین نے اصل مؤلف پر جو کثیر اضافے کئے تھے ، ان کو قوسین یا جمع کی علامت سے ممتاز کر دیا تھا مگر قاہرہ ایڈیشن میں وہ تمام علامات ختم کر کے تمام کتاب کا متن یکساں کر دیا ہے جس کی وجہ سے اصل و اضافے کی شناخت ناممکن ہو گئی ہے ۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس طباعت سے بھی کشاف کا معتبر نسخہ میسر آنے کی امید پوری نہیں ہوئی غالباً یہی وجہ ہے کہ اس اشاعت کو وہ قبولیت و پذیرائی حاصل نہیں ہوئی جو ہونی چاہئیے تھی ، شاید اس عدم مقبولیت میں ان طویل وقفوں کا بھی خاصا دخل ہے ۔ جو مسلسل حصوں کی طباعت میں حائل رہے ،

یہ اشاعت بھی نسخہ استنبول کی طرح ناقص رہی ، اس کے کل چار حصے شائع ہوئے ، چوتھا اور آخری باب الصاد ، فصل الباء کے

آغاز پر ختم ہو گیا ہے ، اس کی اشاعت جلد اول کی اشاعت ۱۹۶۳ء کے چودہ سال بعد ۱۹۷۷ء میں عمل میں آئی ، مزید کسی حصہ کی اشاعت راقم سطور کے علم میں نہیں ۔

۳ - بیروت : ۱۹۶۶ء

قاہرہ ایڈیشن کی ابھی ایک ہی جلد آئی تھی کہ شرکت خیاط للکتاب و المنتشر بیروت نے نسخہ کلکتہ کا عکس ،،موسوعة اصطلاحات العلوم الاسلاميه المعروف به كشف اصطلاحات الفنون،، کے عنوان سے چھ جلدوں میں شائع کر دیا ، یہ اشاعت ، سو سال کے وقفہ کے بعد کشف کی مکمل اشاعت تھی اس لئے بہت مقبول ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے عالم اسلام میں پھیل گئی ، متأخر ناشرین کو اس طباعت کی مقبولیت سے بہت حوصلہ ملا اور بعد میں مختلف اداروں سے کئی ایڈیشن شائع ہوئے ۔

۴ - تہران : ۱۹۶۷ء

نسخہ کلکتہ کا ایک اور عکس (Reprint) مکتبہ خیام وشرکاء ، تہران سے ۱۹۶۷ء میں نکلا ، یہ نسخہ کلکتہ کی تمام و کمال نقل ہے اور اس کے تمام مشتملات فہرست مضامین ، مقدمہ اور ملحقہ رسائل اس میں شامل ہیں ، تمہید ناشر کے علاوہ جناب محمد مہر دین گنا بادی کے قلم سے ایک مختصر مگر مفید مقدمہ شامل ہے ، تمہید نگار کا قول ہے کہ ہمارا پانچ سال پہلے اس کتاب کو شائع کرنے کا ارادہ ہوا تھا مگر قاہرہ سے اشاعت شروع ہونے کی وجہ سے اس کو ملتوی کیا مگر اس عرصہ میں اشاعت قاہرہ کے صرف دو حصہ آئے ہیں اس لئے دوبارہ اس منصوبہ کو برسر عمل لایا گیا ہے ۔ یہ نسخہ اشاعت کلکتہ کی طرح دو جلدوں پر مشتمل ہے اور حسن طباعت وغیرہ کے لحاظ سے گزشتہ اشاعتوں سے فائق ہے ۔

۵۔ تہران :

مکتبہ خیام کی مذکورہ بالا اشاعت کے بعد اسی ادارہ سے دوبارہ یا ایران کے کسی اور معروف مکتبہ سے کشف اصطلاحات ایک مرتبہ اور شائع ہوئی ہے، مگر یہ طباعت راقم کی نظر سے نہیں گزری اور کسی معتبر ذریعہ سے اس کے متعلق تفصیلات بھی ہمدست نہیں ہوئیں۔

۶۔ استنبول : ۱۹۸۴ء ؟

تین چار سال گزرے استنبول کے ایک مکتبہ نے کشف اصطلاحات کا ایک مکمل اور نہایت عمدہ نسخہ شائع کیا ہے جو اگرچہ اشاعت کلکتہ پر ہی مبنی ہے مگر دلاویزی اور حسن طباعت میں اور نسخوں سے بہتر ہے اس اشاعت کی مختلف احباب سے اطلاع ملی مگر تفصیلات ہمدست نہیں ہوئیں ممکن ہے یہ نسخہ استنبول میں اسلامیات کے اہم ناشر مکتبہ اسلامیہ استنبول نے شائع کیا ہو جو دیدہ زیب طباعت کے لئے مشہور ہے۔

۷۔ لاہور : ۱۹۸۹ء

آخری ایڈیشن جو اس وقت زیر طباعت ہے اور امید ہے کہ زیر نظر سطور کی اشاعت کے وقت تک بازار میں آچکا ہوگا سہیل اکیڈمی لاہور کا ہے۔ یہ نسخہ بھی اکثر اشاعتوں کی طرح نسخہ کلکتہ پر مبنی ہے مگر اس میں صحت الفاظ (Words Correction) پر خاصی محنت اور توجہ کی گئی ہے، اگرچہ اس محنت کے ذریعہ نسخہ کلکتہ کی فروگذاشتوں کی اصلاح نہ ممکن تھی نہ مقصود، تاہم امید ہے کہ یہ طباعت کشف کی پچھلی تمام اشاعتوں سے بہتر اور سہیل اکیڈمی کے اعلیٰ معیار کے مطابق حسن طباعت کا نمونہ اور تمام ظاہری خوبیوں سے آراستہ ہو گی۔

۸۔ ایک اور ایڈیشن - ؟

کشاف اصطلاحات الفنون کا ایک اور ایڈیشن کتاب کے نام میں معمولی سی ترمیم کے بعد کشف اللغات والاصطلاحات کے عنوان سے دو بڑی جلدوں میں شائع ہوا تھا ، اس پر مصنف ، ناشر مطبع ، سنہ طباعت وغیرہ کچھ درج نہیں تھا ، فنڈیک کا خیال ہے کہ یہ غالباً کشاف اصطلاحات الفنون ہے ، (۸۰ ب) اگر یہ اطلاع صحیح ہے تو گویا یہ کتاب کشاف کا جعلی ایڈیشن ہے جو ناجائز طریقہ سے چھاپا گیا ہے اور ۱۳۱۳ ھ - (۱۸۹۶ء) سے پہلے اشاعت پذیر ہوا ہے ۔

۹۔ ترجمہ کشاف اصطلاحات

لاہور کے ایک ادارہ نے کشاف اصطلاحات الفنون کے ترجمہ کا منصوبہ بنایا تھا جس کا اس وقت (تقریباً ۳۲ - ۱۹۳۰ء) کے بعض اخبارات میں بھی حوالہ و تذکرہ آیا تھا اور اس ترجمہ کی غالباً ایک یا دو قسطیں بھی شائع ہوئی تھیں ، اس کا اعلان راقم سطور کی نظر سے گزرا ہے مگر اس وقت وہ یادداشت دستیاب نہیں ہوئی اس لئے تفصیلات سے قاصر ہوں ۔

قاضی صاحب سے منسوب دو کتب

بعض تذکرہ نگاروں نے قاضی محمد اعلیٰ کی تالیفات میں سبق الغایات فی نسق الآیات کا اور جناب عبدالرزاق ملیح آبادی نے مولانا ابوالکلام آزاد کے حوالہ سے مغربی سائنسی علوم پر قاضی محمد اعلیٰ کے ایک رسالہ کا تذکرہ کیا ہے مگر یہ دونوں اصلاحات غلط اور بے اصل ہیں ۔

سبق الغایات فی نسق الآیات

سبق الغایات کا قاضی محمد اعلیٰ کی تصنیف کی حیثیت سے سب سے پہلے یوسف سرکیس (۸۱) نے ذکر کیا اسی کے اعتماد پر یہ

روایت زرکلی (۸۲) اور عمر رضا کحالہ (۸۳) نے نقل کی ، یہ نقل گویا اعتماد کی سند تھی جس کی وجہ سے متأخر تذکرہ نگار اس کو بے تکلف تالیفات قاضی محمد اعلیٰ میں شمار کرتے رہے مگر یہ اطلاعات درست نہیں ، حقیقت یہ ہے کہ سبق الغایات کا قاضی محمد اعلیٰ سے کچھ تعلق نہیں ، یہ کتاب قاضی محمد اعلیٰ کی وفات کے ایک سو پچیس سال بعد مرتب ہوئی ، اس کے مصنف تھانہ بھون کے ایک اور نامور عالم حضرت مولانا اشرف علی (۸۴) (ولادت ۱۲۸۰ھ/ ۱۸۶۳ء) - وفات ۱۳۶۳ھ/ ۱۹۴۳ء) ہیں ، مولانا نے خاتمة الکتاب میں سنہ تالیف کی وضاحت فرمائی ہے لکھتے ہیں :

„قدتم الكتاب والحمد لله الوهاب على يد هذا التراب في نحومة شهرين واسبوعين وقد فرغ منه في يوم الخميس ، ثالث عشر من شهر ربيع الاخر ۱۳۱۶ من الهجرة في كورة تھانہ بھون من مضافات مظفر نگر “ - (۸۵)

سبق الغایات تصنیف کے تقریباً ایک سال بعد ۱۳۱۶ھ میں پہلی مرتبہ مطبع مجتبائی دہلی سے شائع ہوئی ، اسی نسخہ کا عکس گزشتہ دنوں پاکستان میں چھپا ہے - بہر حال سبق الغایات کا قاضی محمد اعلیٰ سے قطعاً کچھ تعلق نہیں -

مغربی سائنسی علوم پر ایک رسالہ جناب عبدالرزاق ملیح آبادی مولانا ابوالکلام آزاد کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ :

„ایک عجیب رسالہ مولوی علی تھانوی صاحب کشاف اصطلاحات الفنون کا بھی ملا ، کتاب مذکور سب سے بہتر علمی یادگار ہے جو قرون اخیرہ میں ہندوستان نے پیدا کی ، مگر یہ بات کسی کو معلوم نہ تھی کہ مصنف مذکورہ حکام فورٹ

ولیم سے علائق رکھتے تھے اور چونکہ علوم فلسفہ قدیم میں توغل رکھتے تھے جیسا کہ کشاف سے ظاہر ہے ، اس لئے نئے علوم کا حال سن کر ان میں تجسس پیدا ہوا اور جس قدر مبادی اصول تحقیق کر سکے وہ اس رسالہ میں جمع کئے ۔ رسالہ کی زبان بہت صاف اور رواں ہے کشاف کی طرح الجھی ہوئی نہیں ۔ (۸۶)

ملیح آبادی کا قول ہے کہ مولانا آزاد کو یہ رسالہ مولوی کبیر الدین احمد (مدیر و مالک اردو گانڈ اخبار ، و اردو گانڈ پریس کلکتہ ، مجدیہ ۱۸۸۵ء) کے ذاتی ذخیرہ کتب سے حاصل ہوا تھا ، (۸۷) ملیح آبادی کی مذکورہ تحریر سے یہ تاثر بھی ملتا ہے کہ یہ رسالہ مطبوعہ تھا مگر افسوس کہ اس روایت کے تمام اجزا مشتبہ ہیں ، وجوہات درج ذیل ہیں :

اٹھارویں صدی عیسوی کے نصف آخر میں مغربی سائنسی علوم کی کتابیں مشرقی زبانوں خصوصاً عربی فارسی میں دستیاب نہیں تھیں ، اور اس وقت تھانہ بھون اور اس کے اطراف و نواح میں ایسے وسائل و ذرائع اور ایسے افراد موجود نہیں تھے جو مغربی علوم سے ایسی قریبی گہری واقفیت رکھتے ہوں اور انہوں نے قاضی محمد اعلیٰ کو ان علوم کی تعلیم و تفہیم میں مدد پہنچائی ہو اور یہ بھی قرین قیاس نہیں کہ قاضی صاحب نے مغربی زبانوں سے براہ راست استفادہ کیا ہو اسلئے ایسی کسی تصنیف کا وجود ہی خارج از بحث ہے نیز حکام فورٹ ولیم سے قاضی محمد اعلیٰ کے روابط و مراسم کی اطلاع بھی چنداں لائق توجہ اور قابل قبول نہیں کیونکہ جو شخص نجیب الدولہ جیسے بااثر ، نامور اور دین دار علم دوست امیر کو خاطر میں نہ لاتا ہو اور چند قدم کے فاصلے پر جا کر نذر و سلام

کے لئے تیار نہ ہو وہ سینکڑوں میل دور مقیم افسران و حکام سے کیوں روابط رکھے گا - ؟

یہ روایت اس وجہ سے بھی صحیح معلوم نہیں ہوتی کہ قاضی صاحب کی زندگی تک کلکتہ میں مقیم انگریزوں کی طرف سے تصنیف و اشاعت کے کسی مرتب سلسلہ کی اطلاعات دریافت نہیں ، اس طرح کے جو ادارے اور انجمنیں قائم ہوئیں ان سب کا عہد قاضی محمد اعلیٰ کے بعد کا ہے خصوصاً فورٹ ولیم سے متعلق کالج کا جو قاضی محمد اعلیٰ کی وفات کے تیس سال بعد ۱۸۰۰ء میں قائم ہوا ، ہر چند کہ اس کی خدمات و موضوعات کا دائرہ خاصا وسیع اور متنوع تھا مگر اس کی مولفات و مطبوعات میں قاضی محمد اعلیٰ سے منسوب کسی کتاب کا تذکرہ نہیں ملتا - اگر اس وقت ایسی کوئی کتاب شائع ہوئی ہوتی تو کشاف اصطلاحات الفنون کے مرتبین اور ناشر جو کلکتہ کے تمام علمی خزانوں پر دسترس رکھتے تھے اس سے ناواقف نہ ہوتے اور مقدمہ کشاف میں اس کا تذکرہ ضرور کرتے - علاوہ ازیں اس وقت تک عربی مطبوعات کی جو فہرستیں مرتب ہوئی ہیں وہ بھی اس کتاب کے ذکر سے خالی ہیں ، (راقم سطور کی معلومات کی حد تک) کسی فہرست میں اس کا ضمناً بھی کہیں حوالہ و اشارہ نہیں آیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اطلاع صحیح نہیں -

نیز جناب ملیح آبادی نے ایک موقع پر کشاف اصطلاحات الفنون کے مولف کا نام محمد علی گویا موی لکھا ہے ، لہذا ممکن ہے گویا موی کے کوئی شخص محمد علی نامی ہوں (اگرچہ کسی تذکرہ میں ان کا احوال درج نہیں) اور انہوں نے ایسا کوئی رسالہ لکھا ہو جس کو ملیح آبادی نے قاضی محمد اعلیٰ سے منسوب کر دیا ہے - ؟

علاوہ ازیں ،،آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی ،، میں ایسی فروگذاشتیں ، واقعاتی خلا اور اختلاف روایات ہے کہ اس کی مولانا آزاد سے نسبت محروم معلوم ہوتی ہے ، اگر بعض محققین کا یہ شبہ درست ہے تو یہ ساری کہانی ہی فرضی اور بے بنیاد ہوئی لہذا قصہ ہی ختم ۔ تاہم راقم سطور نے مولانا ابوالکلام آزاد کے ذاتی ذخیرہ (مخزونہ آزاد بھون ، نئی دہلی) اور ایشیائک سوسائٹی لائبریری سے معلومات و مراجعت کی مگر وہاں ایسی کسی کتاب کی موجودگی کی تصدیق نہیں ہوئی (۸۸)، جس سے اس شبہ کو تقویت ہوتی ہے کہ اس تصنیف کی داستان ایک کہانی ہے جس کا صحیح ہونا ضروری نہیں۔

حواشی

- ۱۔ سلسلہ فاروقیان تھانہ بھون سے وابستہ ایک نامور عالم حضرت مولانا اشرف علی تھانوی جو اس خاندان کی مختلف شاخوں کے پیچ در پیچ روابط اور اس خانوادہ کے نسب نامہ کے عیب و صواب پر وسیع گہری نظر رکھتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ :،،شیوخ تھانہ بھون و حضرت شیخ مجدد الف ثانی و حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری و حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر یہ سب سلطان شہاب الدین الملقب بہ فرخ شاہ کابلی کی اولاد سے ہیں ۔۔ دیکھنے ضمیمہ تتمہ سادسہ ، تنبیہات وصیت ماہنامہ الامداد ، تھانہ بھون ، ذی قعدہ ۱۳۳۶ھ۔ ص ۴۷۔ نیز اشرف السوانح ، سوانح حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ، تالیف خواجہ عزیز الحسن مجذوب ص ۱۳، ج ۱۔ (دہلی : ۱۳۵۳ھ)
- ۲۔ فرخ شاہ کابلی کے لئے کہا جاتا ہے کہ وہ کابل میں سریر آرائے حکومت تھے مگر پروفیسر خلیق احمد نظامی کے بقول :،،تاریخ اس فرخ شاہ کابلی پر کوئی روشنی نہیں ڈالتی لہذا اس کا مقام اور حیثیت ایک افسانہ بن کر رہ گئی ہے ۔۔ احوال و آثار شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر ، ترجمہ قاضی محمد حفیظ اللہ، ص ۳۳۔ (لاہور : ۱۳۰۳ھ)۔
- ۳۔ حضرت مولانا اشرف علی کا قول ہے کہ :،،ان سب کا فاروقی ہونا قریب قریب متواتر ہے ۔۔ اشرف السوانح ص ۱۱۸ ج ۳۔ (لکھنؤ : ۱۳۵۷ھ)۔
- ۴۔ مولانا تھانوی فرماتے ہیں :

،،فاروقیان تھانہ بھون کے سب شعبے اس میں مشترک ہیں کہ اوپر تک نام بنام سلسلہ نہیں ملتا کسی کا صدر جہاں سے آگے ، کسی کا قاضی محمد یسین سے اوپر ، کسی کا شیخ مبارک سے

- اوپر ، اور قاضی نصر اللہ خاں کا ان کے جد امجد نظام الدین وحشی سے اوپر ۔
- ضمیمہ ششم سادہ تنبیہات وصیت ، ماہنامہ الامداد ص ۷۵ ، نیز اشرف اسوانح ص ۱۸ ج ۲۔
- ۵۔ المنجد فی الادب و العلوم ص ۱۱۵ و ص ۳۳۹ (بیروت : ۱۹۵۶ء)۔
- ۶۔ ابضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون۔ کالم نمبر ۲۵۳ ، ج ۱۔ (بیروت و بغداد : بلاسنہ)۔
ومعجم المطبوعات العربیہ۔
- نمبر ۳۶۔ ۶۳۵ ، ج ۳۔ (قاہرہ مصر : ۱۳۳۸ھ)۔
- ۶ ب۔ ہستانی کی عبارت کے لئے ملاحظہ ہو : نزہۃ الخواطر ، مولانا عبدالعزیز حسنی ، ص ۲۷۸ ، ج ۶
... (حیدر آباد : ۱۳۷۶ھ) ، نیز ، ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت ، از مولانا مناظر
احسن گیلانی ص ۲۸۲ ، ج ۲۔ (طبع اول ، بلاسنہ)
- ۷۔ عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ ، مترجم جناب شاہد حسین رزاقی ص ۲۰۷ (لاہور :
۱۹۷۳ء) مگر اسی کتاب میں محمد علاء ص ۲۹۹ ، محمد علاء ص ۳۰۹ اور محمد اعلیٰ
ص ۳۰۵ بھی درج ہے ، عام قارئین کس کو صحیح تسلیم کریں ۔ ؟
- ۸۔ تاریخ آداب اللغۃ العربیہ ، ص ۳۳۷ ، ج ۳ (دارمکتبہ الحیاء ، بیروت : ۱۹۷۸ء)
- ۱۰ و ۱۱۔ اکفایہ الفروع بما مطبوع ، صحیحہ محمد علی البیلای و زاد علیہ ، ص ۲۰۸ و ۲۲۸ (مطبع
الہلال ، مصر : ۱۳۱۳ھ)
- ۱۱۔ ہدیۃ العارفین فی سماء المؤلفین و آثار المؤلفین ص ۳۲۶ ، ج ۱۔ (مکتبہ المثنی بیروت و
بغداد : بلاسنہ) الاعلام۔ خیر الدین الزرکلی ص ۲۹۵ ، ج ۶۔ (بیروت : ۱۹۷۹ء)
- معجم المؤلفین ، عمر رضا کحالیہ ص ۳۷ ، ج ۱۱ (مکتبہ المثنی بیروت)۔ بلاسنہ معجم
المطبوعات العربیہ بین سنتی ۱۹۶۶ء - ۱۹۷۰ء ، ص ۳۳۶ ، ج ۳ (بیروت) و معجم المطبوعات
العربیہ بین سنتی ۶۵ - ۱۹۶۶ء ص ۵۵ ، ج ۲۔ (دارالکتاب الجدید ، بیروت : بلاسنہ)
- ۱۲۔ الموسوعة العربیہ المیسرہ ص ۵۵۲ (قاہرہ : ۱۹۷۲ء)
- ۱۳۔ کشف اصطلاحات الفنون (طبع اول ، کلکتہ : ۱۲۷۸ھ) اس موقع پر یہ وضاحت ضروری ہے
کہ جناب عبدالرزاق ملیح آبادی نے مولانا منور الدین (جد مولانا ابوالکلام آزاد) کو اور جناب
ڈاکٹر نثار احمد فاروقی نے شاہ عبدالعزیز کو قاضی محمد اعلیٰ کا استاد لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو ،
آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی ص ۳۵ (دہلی : ۱۹۵۸ء) اور ضمیمہ امداد المشتاق ص ۲۱
(دہلی : ۱۹۸۱ء) مگر یہ دونوں روایتیں صحیح نہیں ، مولانا منور الدین ملیح آبادی کی روایت
کے مطابق ۱۸۰۶ء میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے دہلی آئے ، اس وقت قاضی صاحب کی وفات
پر تقریباً تیس سال گزر چکے تھے اور حضرت شاہ عبدالعزیز کی ولادت ۱۱۵۹ھ سے پہلے
قاضی صاحب کشف اصطلاحات الفنون مکمل کر چکے تھے ، لہذا یہ روایت و اطلاعات ظن
وتخمین پر مبنی اور قطعاً بے اصل ہیں ۔
- ۱۴۔ تاریخ تہانہ بھون ، مولوی ناظر حسن تھانوی ، ص ۱۳۱ و ص ۳۶۱
- ۱۵۔ راقم سطور کے پیش نظر متعدد دستاویزات اس کی موثید ہیں ۔
- ۱۶۔ رجسٹر اراضیات ، مرتبہ قضاۃ تہانہ بھون اندراج نمبر ۹۰ ورق نمبر ۱۸ الف
- ۱۷۔ نزہۃ الخواطر ص ۲۷۸ ، ج ۶ (حیدر آباد : ۱۳۷۶ھ)

۱۸۔ حضرت شاہ جو نجیب الدولہ کے مدد و اور نجیب الدولہ کی ریاست و نظام اقتدار کے عینی گواہ ہیں : نزد نجیب الدولہ نہ صد عالم بود ، ادنی و اعلیٰ پانصد رویہ (می یافت) ملفوظات عبدالعزیز۔ مرتبہ ۱۲۳۳ ص ۸۱ ، (میرٹھ : ۱۳۱۳ ہ)

۱۹۔ یہ واقعہ قضات تھانہ بھون کی مملوکہ ایک جائداد کے مقدمہ سے معلوم ہوتا ہے ، جو کمپنی کے عہد اقتدار میں ضبط کر لی گئی تھی ، قاضی محبوب علی خاں ، قاضی تھانہ بھون کے مختار کار قاضی محمد علی نے ۱۰ اگست ۱۸۳۳ء (رجب ۱۲۵۹ ہ) کو اس کے خلاف ایبل دائر کی تھی اس میں تحریر ہے : ،،اول این کہ عطائے معافی ہذا اولاً از پیش گاہ اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ بنام قاضی محمد حامد موثر اعلیٰ وچوں نجیب خان بہادر جہد جدہ از قاضی محمد اعلیٰ نبیرۂ مہوب نذرانہ طلب نمود وقاضی موصوف دادن نذرانہ اقبال نساخت ، چند سال در تحصیل ماندہ ، ثانیاً باستحقاق سابق عطائے از طرف نجیب خان بہادر بنام قاضی محمد اعلیٰ بودہ است ... الخ ۔

۲۰۔ حضرت قاضی ثناء اللہ بن مولوی حبیب اللہ بن مولوی ہدایت اللہ عثمانی پانی پتی ۔ ولادت ۱۱۳۸ ہ۔ وفات سنہ ۱۲۲۵ ہ۔ (۱۸۱۰ء) نامور عالم فقیہ ، مفسر ، محدث اور صاحب ارشاد و معروف ہیں ، ۳۲ تصنیفات یاد گار ہیں جن میں تفسیر مظہری سب سے زیادہ اہم اور مقبول و معروف ہے۔ اکثر کتابوں کی اشاعت و طباعت نہیں ہوئی ، یہ تمام نسخے مولانا شاہ زید ابوالحسن فاروقی خانقاہ مظہری ، دہلی) کے ذخیرہ میں موجود ہیں ۔ قاضی صاحب کے متعلق مزید معلومات کے لئے ملاحظہ ہو نزہۃ الخواطر ، ص ۱۱۳ - ۱۱۲ ج < - تذکرہ علمائے ہند ، مولوی رحمن علی ، مرتبہ جناب محمد ایوب قادری ص ۱۳۲ (کراچی : ۱۹۶۱ء) نیز ترجمہ مقامات مظہری ، از جناب محمد اقبال مجددی ص ۹۶ - ۳۹۰ ، وماجد - (لاہور : ۱۹۸۳ء)

۲۱۔ علامہ عبدالعلی بن علامہ ملا نظام الدین سہالوی قرن گری محللی لکھنوی۔ وفات رجب ۱۲۲۵ (اگست ۱۸۱۰ء) ، علامہ کے تذکرہ کا آغاز کرتے ہوئے مولانا عبدالعفی حسنی نے لکھا ہے : ،،بحر العلوم ، ملک العلماء کان معدوم النظیر فی زمانہ ، راسانی الفقه والاصول ، اماما جوالافی المنطق والحکمة والکلام۔۔ ص ۲۸۲ ج < - واقعہ یہ ہے کہ اس میں مولانا حسنی نے اپنی دقت نظر اور بلاغت تحریر سے سب ہی کچھ جمع کر دی ہے ، علامہ کا اس سے بہتر تعارف شاید ممکن نہیں ۔ نادرہ روزگار تصنیفات یادگار ہیں ، مدراس میں وفات پانی ۔ تعارف کے لئے ملاحظہ ہو : نزہۃ الخواطر ص ۸۸ - ۲۸۲ ج < - تذکرہ علمائے ہند ص ۶ - ۳۰۳ وغیرہ

۲۲۔ مولانا مجدالدین بن طاہر حسینی شاہجہاں پوری۔ اپنے والد اور ملا و حاج الدین گویاموی سے تعلیم پائی ، معقولات و منقولات میں دسترس تمام حاصل تھی ، کہا جاتا ہے کہ مولانا مجدالدین کو قاضی مبارک سے بھی استفادہ کا موقع ملا ہے۔ ۱۷۷۲ء میں کلکتہ گئے ، ان ہی کے ذریعہ مدرسہ عالیہ کی ابتداء ہوئی ، ۱۷۹۲ء میں مدرسہ کے صدر مدرس بنائے گئے ، مگر اراکین مدرسہ ان سے ناخوش تھے اس لئے الگ کر دیئے گئے ۔ آخر عمر میں بریلی آ گئے تھے ، وہیں ۱۲۲۸ ہ میں وفات ہوئی۔ مزید معلومات کے لئے رجوع فرمائیے : نزہۃ الخواطر ص ۳۰۵ ج < - تذکرہ علمائے ہند ، رحمن علی ص ۲۲۲ - نیز تاریخ مدرسہ عالیہ کلکتہ - از مولانا عبدالستار ص ۶۶ - ۱۶۵ وغیرہ (ڈھاکہ : ۱۹۵۶ء)

- ۲۲ - حضرت شاہ عبدالعزیز بن حضرت شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم ، فاروقی دہلوی - ولادت رمضان ۱۱۵۹ھ (اکتوبر ۱۸۳۶ء) وفات < شوال ۱۲۳۹ھ - (۶ جون ۱۸۲۳ء) - سراج الہند ، امام العلماء اور مرجع کل ہیں ، حالات معروف ہیں پتہ پتہ بوٹا بوٹا حال انہوں کا جانے ہے -
- ۲۳ - قاضی صاحب کے مراسلہ کے جواب میں شاہ صاحب نے جو تحریر روانہ فرمائی اس کی نقل بیاض مولانا رشید الدین دہلوی م ۱۲۳۹ھ میں درج ہے - (بیان ، ورق ۳۵ - الف ، فوٹو اسٹیٹ مملوکہ راقم سطور) اس عبارت کا ترجمہ فتاویٰ شاہ عبدالعزیز میں شامل ہے ، ملاحظہ ہو ص ۸۹ ج ۲ - (عمدۃ المطابع ، لکھنؤ : ۱۳۲۳ھ) مگر اس میں مستفرد کا نام تحریر نہیں لیکن مولانا رشید الدین نے اس کی صراحت کی ہے اور لکھا ہے کہ : ہذہ مراسلۃ کتبہا الشیخ الاجل الاجل الی قاضی اعلیٰ - -
- ۲۵ - بیاض مفتی الہی بخش (بیاض نمبر ۱ ، ورق ۳۵ ، الف) - تاریخ تھانہ بھون مولوی ناظر حسن ص ۳۳۳ ، ۳۳۲ -
- ۲۶ - ایضاً
- ۲۷ - ایضاً
- ۲۸ - جدید ملفوظات (یعنی مجموعہ ارشادات و اقوال حضرت مولانا اشرف علی تھانوی) مرتبہ مولوی محمد بنسہ ٹانڈوی ص ۲۲ ، نیز دیکھئے : ظل صفہ (احوال خانقاہ امدادیہ و مدرسہ امداد العلوم ، تھانہ بھون) مرتبہ مولانا عبداللہ گنگوہی ص ۲۰ - ۱۹ (ساڈھول ۱۳۳۰ھ)
- ۲۹ - حالات نثر محمدیہ ، (سوانح مولانا شیخ محمد تھانوی) مرتبہ حکیم محمد عمر چرتھانوی ص ۵۶ - ۵۵ (میرٹھ : ۱۲۹۷ھ)
- ۳۰ - صفحہ آخر احکام الاراضی ، مخزونہ یونیورسٹی کلکشن - و عبدالسلام کلکشن مولانا آزاد لائبریری - علی گڑھ -
- ۳۱ - ان دونوں نسخوں کے عکس اور معتبر نقول سے استفادہ کے لئے میں اپنے دوست مولانا عبدالغالب آزاد ، بہاول نگر پاکستان کا انتہائی ممنون ہوں -
- ۳۲ - فہرست عربی مخطوطات انڈیا آفس ، لندن نمبر ۱۸۳۰
- Catalogue of Arabic Manuscripts by Reubenlevy**
Vol. 2 London, 1937
- ۳۳ - فہرست مخطوطات عربی و فارسی - کتب خانہ انجمن ترقی اردو ، پاکستان - کراچی - مرتبہ سید سرفراز علی ص ۱۰۹ (کراچی ۱۹۶۷ء) -
- ۳۳ - مزید معلومات و تفصیلات کے لئے رجوع فرمائیے : فہرست مخطوطات خدا بخش - مرآۃ العلوم ص ۱۳ و ص ج ۲ - (پٹنہ : ۱۹۴۲ء) - نیز ملاحظہ ہو :
- Catalogue of Manuscripts Khuda Bakhsh Library**
patna Vol. 17
- ۳۵ - اس عکس کے لئے بھی جناب عابد رضا بیدار ، ڈائریکٹر خدا بخش لائبریری کا ممنون و سپاس گزار ہوں -
- ۳۶ - ملاحظہ فرمائیے فہرست یونیورسٹی کلکشن ، عربیہ ۲ - نمبر ۶۲ - نیز فہرست عبدالسلام کلکشن نمبر ۱/۳۳۱ - ۱

- ۳۷ - ورق نمبر ۱ - الف ، ترجمہ مخزونہ عبدالسلام کلکشن -
- ۳۸ - فہرست دستی ، مخطوطات عربی نمبر ۳۲۰ -
- ۳۹ - ہمارے ہندوستانی مسلمان ، مترجمہ ڈاکٹر صادق حسین ص ۲ - ۲۰۱ (لاہور : ۱۹۳۳ء)
- ۴۰ - اس مبحث میں حضرت مفتی الہی بخش نے قاضی محمد ثناء اللہ بانی پتی سے قاضی محمد اعلیٰ کے ایک فتویٰ پر رائے طلب کی تھی ، قاضی محمد ثناء اللہ نے دو مرتبہ اس پر تفصیل سے گفتگو فرمائی ہے۔ قاضی محمد ثناء اللہ کے جوابات کے لئے ملاحظہ ہو راقم سطور کا مضمون „اراضی ہند کی شرعی حیثیت“ معارف اعظم گڑھ۔ اپریل ۱۹۷۵ء۔ ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ۔
- ۴۱ - ملاحظہ ہو ، اردو ترجمہ فتاویٰ عزیزہ ، ص ۵۲ ، ۲ - (عمدہ المطابع لکھنؤ : ۱۳۲۳ھ)
- ۴۲ - عمدہ الرعاہ حاشیہ شرح وقایہ کتاب الوظائف ص ۳۷ ج ۲ - (مجتبیائی دہلی : ۱۳۳۷ھ)
- ۴۳ - العرف الشذی علی جامع الترمذی ، باب زکوۃ العسل ص ۲۸۱ (طبع اول ، دیوبند : بلاسنہ) -
- نیز ملاحظہ ہو معارف السنن (شرح سنن ترمذی) از مولانا محمد یوسف بنوری ص ۱۹ - ۲۱۸ ج ۵ - (کراچی : ۱۳۸۹ھ)
- ۴۴ - دیکھئے ، موصوف کا مقالہ „اراضی ہند کی شرعی حیثیت عہد مغلیہ کے علماء کی نظر میں۔“ - قسط دوم ، ماہنامہ برہان دہلی ، جون ۱۹۸۳ء۔
- ۴۵ - مولانا عبدالخالق صاحب احکام الاراضی کے نسخوں کی جستجو کے لئے جب ہندوستان آئے تو کاندھلہ بھی پہنچے۔ قاضی صاحب کی تحریرات و مآخذ سے استفادہ کیا اور اپنے کام کی تفصیلات سے نواز کر ممنون کیا۔
- ۴۶ - اوراق ملحقہ کشف اصطلاحات الفنون ، نسخہ مؤلف ، ورق نمبر ۶۳۸ ب -
- ۴۷ - ایضاً بتفصیل مذکور۔ ورق نمبر ۶۳۳ ب -
- ۴۸ - ملاحظہ ہو فتاویٰ حمادیہ مملوکہ قاضی محمد اعلیٰ و مفتی الہی بخش ورق ۳ ب - ۲۷ ب -
- ۱۰۸ - الف - ۱۳۳ - الف وغیرہ -
- ۴۹ - مثلاً فتاویٰ سراجیہ مکتوبہ ۱۱۵۰ھ ، حاشیہ ورق ۱۳۵ ب ، نیز مفتی صاحب کی مختلف بیاضوں میں بھی اسی طرح کے اندراجات ہیں -
- ۵۰ - العنور دارالسور سے کشف اصطلاحات میں مختلف موقعوں پر اخذ و استناد ہوا ہے ، العنور کا یہ نسخہ نیز گزشتہ حوالہ جات میں درج وہ تمام کتابیں اور دستاویزات جن کے لئے کوئی حوالہ نہیں دیا گیا ہمارے ذخیرہ میں محفوظ ہیں -
- ۵۱ - قاضی محمد اعلیٰ کے لئے یہ الفاظ ڈاکٹر لطفی عبدالبدیع نے مقدمہ کشف اصطلاحات الفنون میں درج کئے ہیں صفحہ و ، جلد اول (قاہرہ : ۱۳۸۲ھ)
- ۵۲ - اس خیال کا متعدد مصنفین نے اظہار کیا ہے ، جرجی زیدان کا قول ہے : „فہومن خیرۃ الکتب الی نفی للراجعہ“ تاریخ آداب اللغة العربیہ ص ۳۷ ج ۳ - ڈاکٹر اسپرنگر و اتجباب لطفی عبدالبدیع وغیرہ بھی اس کے معترف و موثید ہیں نیز ملاحظہ ہو : المسلمون فی الہند ، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ص ۳۸ (دمشق : ۱۳۸۱)
- ۵۳ - کشف اصطلاحات الفنون ، تہران ایڈیشن کے مقدمہ نگار کہتے ہیں : „اینگ کتاب کہ مینواں گفت از مبہم ترین تالیفات قرن ۱۹ می باشد۔ الخ۔“ -

۵۳ - مقدمہ ابن خلدون کے ایک باب کے عنوان کی جانب اشارہ ہے۔ ملاحظہ ہو ص ۳۳۷ (مقدمہ ازہریہ ، مصر : ۱۳۱۱ھ)

۵۵ - ملاحظہ ہو کلمہ افتتاح کشاف اصطلاحات الفنون -

۵۶ - ایضاً

۵۷ - مولانا ابوالحسن کاندھلوی خلف مفتی الہی بخش ، تقریباً ۱۲۰۰ھ (۱۷۸۶ء) میں ولادت ہوئی ، تمام درسیات اور طب والد ماجد سے اخذ کی اور مثنوی مولانا روم پڑھی ، تعلیم کے بعد سلسلہ ملازمت میں داخل ہو کر منصرم بندوبست مقرر ہوئے ، ملازمت کے دوران میرٹھ اور مختلف مقامات پر قیام رہا ، حضرت مفتی الہی بخش کی وفات کے بعد ملازمت ترک کر کے وطن آ گئے تھے اور بقیہ تمام زندگی گھر پر درس و تدریس اعمال و اشغال سلوک و معرفت اور دینی خدمات میں بسر کی ، ۲۱ جمادی الاخری ۱۲۶۹ھ (۲ مارچ ۱۸۵۳ء) کو کاندھلہ میں وفات ہوئی ، والد کے قریب دفن کئے گئے -

متعدد تصنیفات یادگار ہیں فرائض کے موضوع پر رسالہ حل الفواض ، طب پر رسالہ بحر ان ، اور سلوک و معرفت پر متعدد مثنویاں مثنوی بحر الحقیقت ، مثنوی گلزار ابراہیم ، مثنوی سمجھ بوجھ ، مثنوی خنجر عشق ، مطبوعہ اور خاصی مقبول و متعارف ہیں ، مولانا خوش کلام شاعر تھے متعدد تذکرہ نگاروں نے مولانا کا ذکر کیا ہے۔ کلام کا کچھ حصہ مولانا کی خود نوشت بیاض میں بھی درج ہے۔ تفصیلات کے لئے رجوع فرمائیے - نزہۃ الخواطر ، ج ۱ - (حیدر آباد : ۱۲۷۸ھ) - حالات مشائخ کاندھلہ مرتبہ مولانا احتشام الحسن کاندھلوی ص (دہلی : بلاسنہ) نیز راقم سطور کا مضمون بر مولانا ابوالحسن - ضمیمہ امداد المشتاق ص ۲۳۲ تا ص ۲۵۲ (دہلی : ۱۹۸۱ء)

۵۸ - مولانا نورالحسن بن ابوالحسن - ولادت ربیع الثانی ۱۲۲۷ھ (مئی ۱۸۱۲ء) وفات ۱۱ محرم ۱۲۸۵ھ (۵ مئی ۱۸۶۸ء) والد ماجد اور مفتی الہی بخش سے ابتدائی درسیات پڑھ کر دہلی گئے ، دہلی میں اولاً دلی کالج سے استفادہ کیا پھر مولانا مفتی صدر الدین آزدہ مولانا فضل حق خیر آبادی سے منقولات و معقولات کی تکمیل کی ، حدیث میں حضرت شاہ محمد اسحق سے تلمذ حاصل ہے ، متعدد تصنیفات یادگار ہیں -

۵۹ - مولانا نورالحسن کی یادداشتوں میں ایسی متعدد کتابوں کے نام درج ہیں جو سرسید احمد کے پاس برائے مطالعہ گئی تھیں ، مولانا اور سرسید احمد کے بعد بھی دونوں خاندانوں میں یہی روابط اور علمی اشتراک باقی رہا ، مولانا کے صاحبزادے مولانا فیض الحسن محمد اکبر (م ۱۳۰۳ھ) کے توسط سے کتب خانہ مولانا نور الحسن سے سرسید برابر استفادہ کرتے رہے ، مثلاً تفہیمات الہیہ مملوکہ مولانا نورالحسن سرسید احمد کے ذخیرہ میں آج تک ہے ، اور بھی کئی کتابوں پر مولانا نور الحسن یا ان کے اخلاف کی تحریریں ، مہر اور علامات ملکیت ثبت ہیں ، سرسید کی اپنی ایک تصنیف سلسلۃ الملوک کا ایک نسخہ جس پر مولانا نورالحسن کی مہر ثبت ہے ذخیرہ سرسید کی زینت ہے اور اسپر سرسید احمد کے قلم سے یہ عبارت درج ہے ،،مولوی محمد اکبر بمن دادند ، اسی طرح خانوادہ مولانا نورالحسن میں سرسید احمد اور ان کے اخلاف کی مملوکہ کتابیں آج تک موجود ہیں ، یونیورسٹی کلکشن میں کشاف اصطلاحات الفنون نسخہ مولف کی موجودگی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے -

۶۰ - دیکھنے شاہان اودھ کے کتب خانے ، اسپرنگر ، مترجمہ و مرتبہ ڈاکٹر محمد اکرام چغتائی
ص ۳۶ (کراچی : ۹۴۳)

۶۱ - ایضاً

۶۲ - مقدمہ ایک نادر مجموعہ مکاتیب جس میں اسپرنگر کے نام ہندوستانی علماء کے خطوط جمع
کئے گئے ہیں (ت مرتبہ ڈاکٹر محمد اکرام چغتائی ص ۱۷ تا ۱۹ وما بعد - سہ ماہی اردو ،
کراچی شمارہ اکتوبر دسمبر - ۱۹۸۳ء یہ ایک مبسوط کتاب ہے جو مجلہ اردو میں اواخر ۱۹۸۳ء
سے اواخر ۱۹۸۸ء تک مسلسل شائع ہوئی ہے ، صفحات نمبر مسلسل ہیں ، آئندہ اس کا حوالہ
ایک نادر مجموعہ مکاتیب کے نام سے آنے گا -

۶۳ - ایک نادر مجموعہ مکاتیب ص ۵۶ - ۵۵ -

۶۳ - تعارف کے لئے رجوع فرمائیے :

Catalogue of Manuscripts Khuda Bakhsh Library Patna Vol. 20 Page 41.

اس نسخہ کے پہلے اور آخری صفحہ کے فوٹو اسٹیٹ کے لئے جناب رضا بیدار صاحب ڈائریکٹر
خدا بخش لائبریری ، پٹنہ کا صمیم قلب سے ممنون ہوں -

۶۵ - مولانا مملوک العلیٰ یا مملوک علی بن احمد علی صدیقی نانوتوی - ولادت تقریباً ۱۲۰۰ھ
(۱۷۸۸ء) - وفات ۱۱ ذی الحجہ ۱۲۶۷ھ (۷ - اکتوبر ۱۸۵۱ء) حضرت شاہ عبدالعزیز اور
مولانا رشید الدین دہلوی سے تعلیم حاصل کی ، تعلیم کے بعد مدرسہ دہلی میں (جو بعد میں
علی گڑھ کالج کے نام سے موسوم ہوا) نائب مدرس پھر صدر مدرس مقرر ہوئے - اور تاحیات
اسی عہدہ پر فائز اور ہمہ وقت علمی تدریسی مصروفیات میں مشغول زندگی بسر فرمائی -
مدرسہ کے اوقات کے علاوہ بھی فجر سے رات دیر گئے تک تمام اوقات درس و افادہ سے معمور
رہتے تھے ، مولانا کے فیض ترتیب سے بے شمار طلبہ مستفید ہوئے جس میں ہندوستان کے ممتاز
علماء ان اہل کمال کی ایک بڑی جماعت شامل ہے جو بعد میں برصغیر ہندو پاکستان میں نئے
علمی تعلیمی مرکزوں کی بانی اور تعلیم و تربیت کے نئے سرچشموں کی مؤسس ہوئی -
ترجمہ سنن ترمذی ، ترجمہ تاریخ یمنی ، ترجمہ قواعد اقلیدس تحریری یادگار ہیں ، اور بھی
متعدد کتابوں کی تصحیح ترتیب میں مولانا کا سرگرم حصہ رہا ہے - مزید معلومات کے لئے
ملاحظہ ہو : ایک نادر مجموعہ مکاتیب ص ۲۵ تا ۸۰ -

۶۶ - ایک نادر مجموعہ مکاتیب - ص ۵۳ -

۶۷ - الف (ممکن ہے اس سے بوعلی بخش کاندھلوی مراد ہو ، جو دہلی میں رہتا تھا اور کتابوں کی
تجارت کرتا تھا - بہار دانش کا ایک قدیم نسخہ جو ،،بفرمائش شیخ بو علی بخش تاجر
کاندھلوی فخر المطابع دہلی میں چھپا ،، ہمارے ذخیرہ میں محفوظ ہے -

۶۷ - بیاض مولانا ابو الحسن -

۶۸ - ایک نادر مجموعہ مکاتیب ص ۵۳ ص ۵۵ -

۶۹ - تذکرہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ، مرتبہ مولانا محمد یعقوب ص ۱۲ (بہاولپور : ۱۲۹۷ء)

۷۰ - ایک نادر مجموعہ مکاتیب ص ۸۹ - (مکتوب مولانا سدید الدین بنام اسپرنگر ، مکتوبہ ۱۸ -

ستمبر سنہ ۱۸۵۰ء)

- ۷۱ - ایک نادر مجموعہ مکاتیب ص ۹۱ (مکتوب مولانا سدید الدین، محررہ ۱۰ - جنوری ۱۸۵۱ء - از آگرہ)
- ۷۲ - ایک نادر مجموعہ مکاتیب ص ۵۳ - یہ سلسلہ مطبوعات جس میں مشرق کے علمی کارناموں کی اشاعت کا منصوبہ تھا ۱۸۳۷ء میں شروع ہوا، اور اس کے تحت شائع ہونے والی پہلی منتخب کتاب آگود نہی ملاحظہ ہو: ایشیائیک سوسائٹی آف بنگال کی مختصر تاریخ از جناب نیر اقبال - سہ ماہی اردو ادب علی گڑھ - شماره نمبر ۲/ ۱۹۶۵ء - ص ۹۸ -
- ۷۳ - مولانا محمد وجیہ بن مولا بخش بن قاضی اکبر علی صدیقی بہاری ثم کلکتوی - نامور عالم، فقیہ اور مدرس تھے، افسوس ہے تفصیلی حالات دریافت نہیں - ۱۸۲۷ء سے ۱۸۵۶ء تک مدرسہ عالیہ کلکتہ میں صدر مدرس رہے، ان سے بے شمار طلبہ نے تلمذ و استفادہ کیا، کشف اصطلاحات الفنون کے علاوہ بھی متعدد کتابوں کی تصحیح و ترتیب میں اسپرنگر کے معاون رہے، متعدد تالیفات یادگار ہیں جس میں نظام اسلام خاصی مشہور ہے - ملاحظہ ہو: تاریخ مدرسہ عالیہ کلکتہ، مولانا عبدالستار (ٹھاکہ: ۱۹۵۹ء) - نیز نزہۃ الخواطر ص ۳۶۶ ج ۱ - پروفیسر محمد ایوب قادری نے بلا کسی حوالہ و مأخذ کے مولانا محمد وجیہ کو حضرت سید احمد شہید ۱۲۳۶ھ کا خلیفہ، اور حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری م ۱۲۹۸ھ کا استاد لکھا ہے، اردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ ص ۶۲۷ (لاہور: ۱۹۸۸ء) مگر یہ اطلاع صحیح نہیں، حضرت سید احمد شہید کے خلفاء کی فہرستوں میں مولانا محمد وجیہ کا نام شامل نہیں، اور مولانا احمد علی کا تلمذ بھی قطعاً بے اصل ہے کیونکہ مولانا نے تمام تر تعلیم اپنے نواح اور دہلی میں پائی، مولانا محمد وجیہ کے عہد میں مولانا کلکتہ بھی نہیں آئے مولانا احمد علی کی کلکتہ تشریف آوری ۱۸۵۷ء کے کئی سال بعد ہوئی ہے اس وقت مولانا احمد علی کا نامور اساتذہ حدیث میں شمار تھا اور درس و افادہ کے لئے معروف تھے -
- ۷۴ - مولوی عبدالحق سے کون مراد ہے کچھ معلوم نہیں، دریافت مآخذ سے ان کے احوال و سوانح کا سراغ نہیں ملا، اگرچہ کشف کے زمانہ طباعت میں مولانا عبدالحق بن فضل حق خیر آبادی، م ۱۳۱۶ھ - ۱۸۹۹ء بھی مدرسہ عالیہ میں صدر مدرس رہے ہیں (تاریخ مدرسہ عالیہ ص ۱۶۸) مگر وہ یقیناً یہاں مراد نہیں، یہ کوئی اور عبدالحق ہیں جو کشف اصطلاحات الفنون کے علاوہ اور بھی بعض کتابوں کی اشاعت و تصحیح میں شامل رہے ہیں -
- ۷۵ - مولوی غلام قادر کے حالات بھی مفقود ہیں، مدرسہ عالیہ میں مدرس تھے مگر نسبتاً ثانوی درجات کے، غالباً یہی وجہ ہے کہ تاریخ مدرسہ عالیہ میں ان کا تذکرہ شامل نہیں - مولوی غلام قادر کشف اصطلاحات الفنون کے علاوہ اصابہ فی تمیز الصحابہ جلد اول ۱۸۵۶ء، نخبہ الفکر ۱۸۶۲ء اور فہرست کتب الشیعہ للطوسی ۱۸۵۳ء کی تصحیح و اشاعت میں اسپرنگر کے مددگار رہے - ملاحظہ ہو ایک نادر مجموعہ مکاتیب ص ۳۹۳
- ۷۵ - ناسولیس از ۱۸۲۵ء تا ۱۸۸۹ء (۱۲۳۰ھ تا ۱۳۰۶ھ) ڈبلن اور برلن سے ڈاکٹریٹ کیا، ۱۸۳۶ء میں ہندوستان آئے، کچھ عرصہ بعد مدرسہ عالیہ کے پرنسپل مقرر ہوئے، ناسولیس نے کئی کتابوں کی تصحیح و طباعت کی خدمت سر انجام دی جس میں کشف زمخشری، تاریخ الخلفاء سیوطی، نخبۃ الفکر عمقلانی، فتوح الشام بصری وواقدی وغیرہ شامل ہیں - رجوع فرمانیہ: الاعلام، ص ۱۲۳ ج ۸ - و معجم المطبوعات العربیہ والمغربیہ ص ۱۶۰۱ -

- ۶- جلد اول کے بیرون ٹائٹل پر ۱۸۵۵ء درج ہے مگر یہ ابتداء طباعت کی تاریخ نہیں -
- ۷- معجم المطبوعات العربیة والمعریة کالم نمبر ۶۳۶ ج ۳ . المنجد فی الادب والعلوم ص ۱۱۵ ص ۳۳۹ وغیرہ -
- ۸- کشف اصطلاحات الفنون ص ۱۵۶۳ (کلکتہ)
- ۹- مقدمہ کشف اصطلاحات الفنون ، ڈاکٹر لطفی عبدالبدیع ص ز- ح (قاہرہ)
- ۸۰- ب) اکتفاء القنوع بما هو مطبوع ص ۳۲۸ (مصر : ۱۳۱۳ھ)
- ۸۱- معجم المطبوعات العربیة والمعریة ص ۶۳۵ (مصر : ۱۳۳۸ھ)
- ۸۲- الاعلام ص ۲۹۵ ج ۶ (بیروت : ۱۹۷۹ء)
- ۸۳- معجم المؤلفین ص ۳۷ ج ۱۱ - (بیروت : بلاسنہ)
- ۸۳- تعارف کے لئے ملاحظہ ہو : نزہۃ الخواطر ص ۵۹ - ۵۶ ج ۸ (حیدر آباد : ۱۲۹۰) نیز اشرف السوانح وتالیفات اشرفیہ وغیرہ -
- ۸۵- سبق الغایات فی نسق الآیات ص ۱۵۱ (دہلی : ۱۳۱۷ھ)
- ۸۶- مولانا آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی ، عبدالرازق ملیح آبادی ص ۲۶۲ (دہلی : ۱۹۵۸ء) -
- ۸۷- حوالہ بالا ص ۲۶۱ -
- ۸۸- مکتوب جناب عبدالخلاق صاحب لائبریرین شعبہ مشرقیات ، ایشیائک سوسائٹی کلکتہ ، بنام راقم سطور محرر و مکتوب گلزار نقوی ، لائبریرین ، لائبریری مولانا آزاد بھون ، نئی دہلی ، مکتوبہ ۹ - جنوری ۱۹۸۹ء - -

اس مقالہ میں شامل اقتباسات میں بعض لسانی سقم موجود ہیں ، تاہم ہم نے رسم الخط کی بعض ضروری اصلاحات کے علاوہ ان کو بحالہ قائم رہنے دیا ہے کہ اقتباس کا اصل الاصول یہی ہے - (مدیر)

